بُشریٰ احمد

اب محبت کرنی ہے

بشریٰ احمد

مکمل ناول

نانا جی کا گھر اب بھی پوری شان و شوکت سے اپنی جگہ ایستادہ تھا لیکن یہ گھر اب نانا جی اور نانی اماں کے مہربان وجود سے محروم ہو چکا تھا وہ دو ہستیاں جو ہر بار اس کی آمد پہ کھلی بانہوں سے اس کا استقبال کرتی تھیں۔
اکلوتی مرحومہ بیٹی کی اکلوتی جیتی جاگتی نشانی نانا' نانی کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی وہ اس سے والہانہ پیار کرتے' اس پر جان چھڑکتے تھے اور ان کے پاس آ کر وہ بھی جیسے اپنی ساری محرومیاں بھلا دیتی تھی۔ نو عمری میں ماں سے بچھڑنے کا غم' دوسری شادی کے بعد ابا کی دن آ دن بڑھنے والی لاتعلقی کا دکھ' ابا کی نئی بیوی آنے کے بعد اپنے ہی گھر میں اجنبی بن جانے کا غم' ایسے میں نانا جی کی آمد اس کے لیے خوشیوں بھرا سندیسہ ثابت ہوتی۔

"تم اجازت دو تو عثمان میاں میں کچھ دنوں کے لیے عائزہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں' رابعہ خاتون بہت یاد کر رہی ہیں نواسی کو۔" نانا جی ابا سے مخاطب ہوئے اور وہ بہت آس بھری نگاہوں سے ابا کو تکتی جانے وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

"اجازت کیسی ماموں۔ عائزہ آپ کی نواسی ہے۔ آپ اس پر ہر طرح کا حق رکھتے ہیں لیکن اس کی پڑھائی کا پہلے ہی بہت حرج ہو چکا ہے تھوڑے دن پہلے بری طرح بیمار پڑ گئی تھی کتنے دنوں تک بستہ کھول کر نہیں دیکھا اب بے شک اسکول سے تو چھٹیاں ہیں لیکن میں نے گھر پر ٹیوٹر رکھوا دیا ہے۔ اچھا قابل ٹیچر ہے عائزہ کی پڑھائی پر خصوصی توجہ دے رہا ہے اگر چند چھٹیاں کرے گی تو دوبارہ پڑھائی میں پیچھے ہو جائے گی آپ تو جانتے ہیں نا اس کی ذہنی قابلیت اپنی ہم عمر بچیوں سے بہت پیچھے ہے۔" ابا نانا جی کو رسانیت سے جواب دیتے تھے۔ نانا جی ابا کے صرف سسر ہی نہ تھے بلکہ رشتے میں ماموں بھی لگتے تھے اور نانا جی اب اپنا ماموں ہونے کا استحقاق جتاتے تھے۔

"دیکھو بھانجے وہ ٹیوٹر جو تم نے رکھا ہوا ہے اس کی ذہنی قابلیت کا بتاؤ۔ کیا مجھ سے زیادہ ذہین اور قابل ہے چالیس سال ہو گئے ہیں بچوں کو پڑھاتے ہوئے۔ میں جس علاقے میں رہتا ہوں وہاں دور و نزدیک کوئی ایسا گھرانہ نہیں جس میں میرے ایک' دو شاگرد نہ بستے ہوں۔ ارے جب دنیا جہان میں علم کی روشنی بانٹ سکتا ہوں تو اپنی جان سے پیاری نواسی کو چند دنوں تک پڑھانے کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا۔ تم ایک بیگ میں اس کے دو چار جوڑے ڈال دو اور اسکول کا بستہ بھی ساتھ دے دو۔ ابھی تو گرما کی چھٹیوں کا آغاز ہے میں ایک مہینے کے لیے اسے ساتھ لے کر جا رہا ہوں پھر خود ہی چھوڑ بھی جاؤں گا اب بھی کوئی اعتراض ہے تو بتاؤ۔"

نانا جی کا انداز اتنا قطعیت بھرا ہوتا تھا کہ ابا کے پاس کسی اعتراض کی کوئی گنجائش ہی نہ بچتی۔

"نورین عائزہ کا بیگ تیار کر دو۔" وہ بیوی کو مخاطب کرتے۔ بیوی حکم کی تعمیل کرتی عائزہ کے دل کی کلی کھل جاتی نانا جی کی انگلی پکڑ کر ابا کو اللہ حافظ کہتے ہوئے وہ گھر سے نکلنے کو بے تاب ہو رہی ہوتی کہ نانا جی دھیرے سے اسے مخاطب کرتے۔

"امی کو بھی اللہ حافظ کہو۔" وہ آنکھوں میں ناراضی بھر کر نانا جی کو دیکھتی لیکن پھر ان کی بات مان لیتی۔

"اللہ حافظ۔" کافی لٹھ مار انداز میں نئی امی کو اللہ حافظ کہہ کر وہ گھر کی دہلیز پار کر جاتی سارے راستے اسے نانا جی سمجھاتے رہتے۔

"میں دیکھ رہا تھا تم نئی امی سے اکھڑی اکھڑی رہتی ہو۔ یہ اچھی بات نہیں بیٹا۔"

"مجھے بس کے سفر میں بالکل مزا نہیں آتا پچھلی بار آپ مجھے ٹرین میں بٹھا کر لے گئے تھے اس بار ہم ٹرین پر کیوں نہیں جا رہے۔" سوال گندم جواب چنا۔ نانا جی کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ عثمان میاں کہہ رہے تھے کہ وہ ذہنی قابلیت میں اپنی ہم عمر بچیوں سے پیچھے ہے کتنی مہارت سے اس نے سوال پلٹا دیا تھا۔ ان کی نواسی بے حد ذہین تھی اس کی ذہانت پر انہیں ہرگز کوئی شبہ نہ تھا۔

"بس سے ہم جلدی پہنچ جائیں گے بیٹا۔ ٹرین اگر لیٹ ہو جائے تو تم جانتی ہو نا گھر پہنچنے میں کتنی دیر لگ

جاتی ہے۔" انہوں نے مشفقانہ انداز میں جواب دیا تھا۔ عائزہ ہنکارا بھر کر پھر بس کی کھڑکی میں سے باہر دوڑتے بھاگتے مناظر پر نگاہ جما دیتی اور پھر کب اس کی آنکھ لگتی پتا بھی نہ چلتا جب نانا جی اس کا شانہ پکڑ کر ہلاتے تو دن کی روشنی پر رات کی سیاہی غالب آچکی ہوتی۔ مدقوق روشنی والا بلب بس میں مقدور بھر روشنی بکھیر رہا ہوتا۔

"گھر آگیا نانا جی۔" وہ آنکھیں مسلتے ہوئے پوچھتی۔

"بس آنے والا ہے بیٹا۔" نانا جی جواب دیتے اور واقعی ذرا دیر میں بس رک جاتی۔ نانا جی اس کا بیگ اور انگلی تھام کر بس سے اترتے اب رکشے میں سفر کا آغاز ہوتا یہ سارے راستے اس کے جانے پہچانے تھے وہ جانتی تھی اب رکشا دائیں مڑے گا پھر بائیں اس کے بعد دوبارہ دائیں اور پھر نانا جی کے گھر کے بڑے سے لکڑی کے پھاٹک کے سامنے جا رکے گا۔ نانی جان شدت سے اس کی منتظر ہوتی تھیں۔ وہ دن جو وہ نانا' نانی کی سنگت میں گزارتی اس کی زندگی کے بہترین دن ہوتے تھے۔ نانی جان سے فرمائشیں کر کے من پسند پکوان بنواتی۔ نانا جی کے کندھے سے جھولتے ہوئے اپنی ضدیں مطالبے اور فرمائشیں پوری کرواتی ہاں شام کو دو گھنٹے صرف اور صرف پڑھائی کے ہوتے اردو اور انگریزی گرائمر کے قواعد' دونوں زبانوں کے الفاظ کا صحیح تلفظ' ریاضی کے قاعدے کلیے۔

نانا جی اس ایک ماہ میں اسے اتنا پڑھا دیتے جو سال بھر کے لیے کافی ہوتا گھر واپس جا کر اس کا پڑھائی میں جی ہی نہ لگتا۔ ٹیوٹر باقاعدگی سے ٹیوشن پڑھانے آتا مگر وہ غائب دماغی سے دو گھنٹے گزار دیتی تنگ آکر ٹیوٹر ابا کو جتا دیتا کہ سالانہ امتحان میں رزلٹ کی ذمہ داری اس کی نہیں ہوگی بچی پڑھائی میں بالکل دلچسپی نہیں لیتی مگر ہر بار سالانہ امتحان میں وہ اچھے نمبروں سے پاس ہو جاتی۔ ٹیوٹر کریڈٹ خود لینا چاہتا مگر ابا نے ایک بار ٹیوٹر کو جتا ہی دیا۔

"عائزہ کے نانا بہت قابل استاد ہیں۔ سال میں جو ایک' دو مہینے یہ ان کے پاس گزارتی ہے۔ وہ اس پر بہت محنت کرتے ہیں اور جس بچے کی بنیاد مضبوط ہو وہ کبھی امتحان میں فیل نہیں ہو سکتا۔" عائزہ نے حیرت سے ابا کو دیکھا تھا اسے لگتا تھا کہ ابا اسے نانا جی کے ساتھ اس لیے خوشی خوشی نہیں جانے دیتے کہ اس کی پڑھائی کا حرج ہوگا مگر وہ تو خود تسلیم کر رہے تھے کہ وہاں رہ کر وہ زیادہ اچھا پڑھتی ہے پھر کیوں نانا جی کی آمد پر ابا اسے کچھ خفا خفا سے لگتے تھے۔ کچھ بڑی ہوئی تو اسے نانا جی کے ساتھ ابا کی گفتگو کا مفہوم سمجھ آنے لگا۔

"پلیز ماموں آپ برا مت مانیے گا لیکن عائزہ صرف آپ لوگوں کی وجہ سے اپنے گھر میں لاتعلق اور اجنبی بن کر رہنے لگی ہے۔ وہ اس گھر کو اپنا گھر نہیں سمجھتی وہ نورین سے بھی کھنچی کھنچی رہتی ہے اور چھوٹے بہن بھائیوں سے بھی بالکل پیار نہیں کرتی اسے صرف آپ لوگوں کے پاس جانے کی جلدی لگی رہتی ہے۔ ہر دو ہفتے بعد وہ مجھ سے پوچھتی ہے کہ اسکول کی چھٹیاں کب ہوں گی آپ لوگوں کی اس سے محبت اور اس کی آپ لوگوں سے محبت اس سے منسلک دیگر تمام رشتوں پر حاوی آگئی ہے۔ وہ دنیا میں صرف آپ کو اور ممانی کو اپنا خیر خواہ سمجھتی ہے ہم سب اس کے لیے اجنبی اور پرائے ہیں اور میں اس صورت حال پر بہت پریشان ہوں۔" ابا نانا جی کو مخاطب کرتے۔

"عثمان میاں یقین کرو میں اور تمہاری ممانی تو عائزہ کو خود بہت سمجھاتے ہیں کہ اپنی والدہ سے بھی اپنا برتاؤ بہتر کرے اور چھوٹے بہن بھائیوں سے بھی دوستی کرے لیکن ابھی بچی ہے نادان اور کم عقل ہے۔" نانا جی اس پر ایک خفگی بھری نگاہ ڈالتے ہوئے ابا سے رسانیت سے مخاطب ہوتے۔ وہ ان کی نگاہ کا مفہوم سمجھتی تھی "دیکھا ہماری بات نہ ماننے کا انجام" اور اگر اس بار ابا نے اسے واقعی نانا جی کے ساتھ نہ جانے دیا اس کا ننھا سا دل سہم جاتا۔ وہ ایسا کیا کرے کہ ابا اس سے خوش ہو جائیں۔ کچن میں کھانا پکاتی نورین کے پاس جاتی۔

"میں آپ کی ہیلپ کرواؤں۔" باوجود کوشش کے

امی کا لفظ منہ سے نہ نکلتا۔ نورین اس پر حیرت بھری نگاہ ڈالتیں۔ وہ نورین سے بہت کم مخاطب ہوتی تھی۔

"تم تھوڑی دیر عون کو بہلا لو کچن میں بہت گرمی ہے اور یہ میری جان نہیں چھوڑ رہا۔" نورین کہتیں تو اس کی توجہ نورین کے پاؤں سے لپٹتے ریں ریں کرتے ڈیڑھ سالہ عون کی طرف مبذول ہوتی۔ عون کافی صحت مند بچہ تھا اس سے بمشکل اٹھایا جاتا مگر وہ اسے گود میں اٹھا لیتی۔

"آؤ عون میں تمہیں بسکٹ کھلاتی ہوں۔" وہ عون کو لے کر ابا کے سامنے سے تین چار بار چکر لگاتی تاکہ ابا دیکھ لیں کہ وہ چھوٹے بھائی کو پیار کرتی ہے اور تو اور جب ڈھائی سالہ شانزے نے اس کی ڈرائنگ بک پھاڑ دی تو اسے تھپڑ رسید کرنے کے بجائے وہ ڈرائنگ روم کا رخ کرتی۔

"ابا دیکھیں شانزے نے میری ڈرائنگ بک پھاڑ دی لیکن کوئی بات نہیں ابا میرے پاس ایک اور ڈرائنگ بک بھی ہے اور شانزے تو میری چھوٹی بہن ہے چھوٹے بچے تو کتابیں کاپیاں پھاڑ ہی دیتے ہیں۔" اس نے ابا کو مخاطب کیا۔ ابا اور نانا دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ نانا جی کی آنکھوں میں نمی چمکی تھی اور ابا کے چہرے پر بھی مغموم سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر عائزہ کو قریب کیا۔

"آپ کو پتا ہے ماموں عائزہ میری بہت سمجھ دار بیٹی ہے اور جب یہ آپ کے ساتھ جاتی ہے تو ہمارا بالکل دل نہیں لگتا۔" ابا نے عائزہ کی پیشانی چومی تھی۔ پتا نہیں کتنے بہت سے دنوں بعد بلکہ عائزہ کو تو یوں لگا جیسے زندگی میں پہلی بار۔ اسے اپنی پیشانی پر ابا کا محبت بھرا لمس اتنا بھلا لگا کہ بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا۔

"ابا اگر آپ کا دل نہیں لگتا تو میں رک جاتی ہوں۔"

"نہیں بیٹا اب تو نانا جی لینے آئے ہوئے ہیں اور وہاں نانی اماں بھی تو انتظار کر رہی ہوں گی آپ کچھ دنوں کے لیے نانا جی کے ساتھ چلی جاؤ۔" عائزہ کی آنکھوں میں جگنو چمکنے لگتے۔

"میں اپنی بکس اکٹھی کر لوں۔ کپڑوں کا بیگ تو وہ تیار کر دیں گی۔" وہ سے مراد نورین تھیں ابا کی دوسری بیوی جنہیں وہ بھولے سے بھی امی نہیں کہتی تھی۔

عائزہ کے کمرے سے جانے کے بعد نانا جی نے آنکھیں پونچھ لی تھیں۔ ویسے وہ بہت حوصلہ مند شخص تھے لیکن اکلوتی لاڈلی بیٹی کی جوان موت نے انہیں اندر ہی اندر توڑ کر رکھ دیا تھا۔

"تم صحیح کہتے ہو عثمان میاں۔ عائزہ کا ہم سے اتنا قریب ہونا صحیح نہیں۔ اسے اپنے گھر میں ہی دل لگانا چاہیے۔ ہم تو ویسے بھی چراغ سحری ہیں۔ ٹمٹماتی ہوئی لو جانے کب بجھ جائے۔" نانا جی کی آواز بھرا گئی تھی۔ ابا کو بے حد پشیمانی کا احساس ہوا۔

"ماموں جان معاف کر دیجیے۔ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا میں واقعی بنا سوچے سمجھے بول دیتا ہوں لیکن ماموں میں کیا کروں۔ میری ذہنی کیفیت..... آپ کی بیٹی کی جدائی نے مجھے بالکل ہی توڑ ڈالا ہے وہ میرا ذہنی اور قلبی سکون اپنے ساتھ ہی لے گئی ہے ماموں میں..... عائزہ اس کی نشانی ہے مجھے بہت عزیز ہے ماموں۔" ابا کی باتوں میں ربط کی کمی تھی وہ اپنے بائیں ہاتھ سے پیشانی مسل رہے تھے۔ شدت جذبات سے ان کی آواز کپکپا گئی تھی۔

نانا جی نے اپنے سامنے بیٹھے بھانجے کو دیکھا۔ ابھی کل ہی کی بات لگتی تھی جب انہوں نے اپنے جگر کا ٹکڑا اس کے سپرد کیا تھا ان کی لاڈلی کو کتنی محبت سے اس نے اپنے گھر میں بسایا تھا۔ بعض لوگ صرف محبتیں وصول کرنے کے لیے دنیا میں آتے ہیں۔ مریم کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا تھا۔ ماں باپ کی بے تحاشا محبتیں سمیٹ کر جب وہ بابل کے گھر سے رخصت ہوئی تو سسرال میں لاڈ اٹھانے کو سگی پھوپھی موجود تھی یہ رشتہ سراسر عثمان اور مریم کے والدین کی خواہش اور ایما پر طے پایا تھا مگر شادی کے بعد جب دونوں نے ایک دوسرے پر اپنے دل کا حال ظاہر کیا تو پتا چلا یہ خواہش تو ہمیشہ سے ان کے اپنے دلوں میں بھی دبی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہا۔

عائزہ کی پیدائش کے بعد گویا زندگی مکمل ہو گئی تھی۔ محبتوں سے بھرپور ایک حسین ترین اور خوشگوار زندگی۔

عائزہ سال بھر کی ہوئی تو عثمان کو ماں کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا۔ مریم نے ان دنوں شوہر کی خدمت اور دلجوئی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ وہ بہت وفا شعار اور خدمت گزار بیوی تھی اس نے عثمان کو اپنے وجود کا اتنا عادی بنا دیا تھا کہ وہ اس کی ذرا سی دیر کی دوری بھی برداشت نہیں کر پاتا تھا۔ وہ مریم کو ماں باپ کے پاس بھی زیادہ دن نہ ٹھہرنے دیتا۔ ساتھ لے کر جاتا اور دو چار دن وہاں گزار کر ساتھ ہی واپس لے آتا۔ سعید الزمان اور رابعہ بیگم دونوں کی والہانہ محبت دیکھ کر دل ہی دل میں پھولے نہ سماتے ' ننھی عائزہ میں بھی گویا نانا 'نانی کی جان تھی۔ زندگی بہت سبک خرامی سے گزر رہی تھی۔ عائزہ چار سال کی تھی کہ مریم پھر امید سے ہو گئی۔ اس بار اسے بیٹے کی خواہش تھی شاید یہ ہر عورت کی فطری خواہش ہوتی ہے۔ وہ عائزہ سے توتلی زبان میں دعا کرواتی کہ اللہ عائزہ کو ننھا منا پیارا پیارا سا بھائی دے دے۔ پیارا سا بھائی دنیا میں تو ضرور آیا لیکن زچگی کے دوران کچھ ایسی پیچیدگی پیدا ہو گئی تھی کہ نومولود نے دنیا میں آنکھیں کھولنے کے چند لمحوں بعد دوبارہ آنکھیں موند لیں اور مریم بھی تین دن موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہ کر خالق حقیقی سے جا ملی۔

یہ عثمان اور سعید الزماں کے گھرانے پر قیامت سے پہلے ٹوٹنے والی قیامت تھی۔ عثمان تو کتنے دنوں ہوش و خرد سے بے گانہ رہا۔ سعید الزمان اور رابعہ بیگم پہاڑ جیسا غم سینے میں دفن کرکے اپنی اکلوتی بیٹی کی نشانی کو سنبھال رہے تھے۔ عثمان بھی تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ تینوں بہنیں شادی شدہ اور دور دور بیاہی گئی تھیں اپنی گھر گرہستی چھوڑ کر کون بھائی کے پاس زیادہ عرصے کے لیے ٹھہر سکتا تھا سو دکھے ہوئے بوجھل دل کے ساتھ چہلم کے بعد تینوں بہنیں رخصت ہوئیں۔

"عثمان بھائی ہماری تو بات سننے کو تیار نہیں ماموں آپ ہی انہیں سمجھائیں دوسری شادی کیے بنا زندگی مریم بھابھی کی یادوں کے سہارے نہیں کٹ سکتی۔ عائزہ ابھی بہت چھوٹی ہے اور پھر بھائی کے آگے بھی پوری زندگی پڑی ہے وہ جتنی جلد دوسری شادی پر راضی ہو جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔" عثمان سے سال بھر چھوٹی فہمیدہ نے سعید الزمان کو مخاطب کیا تھا۔

"میں سمجھتا ہوں بیٹے اس مسئلے کا واحد اور فوری حل یہی ہے۔" سعید الزمان نے دل میں اٹھتی ٹیسوں کو دباتے ہوئے حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا ورنہ عثمان کی زندگی میں اپنی مریم کی جگہ کسی اور کو دیکھنا کب آسان تھا لیکن وہ صرف مریم کے باپ نہیں تھے عثمان بھی ان کا اکلوتا لاڈلا بھانجا تھا اس کی حالت دیکھ کر ان کا جی کٹتا تھا۔ انہوں نے بہت پیار اور رسانیت سے اسے دوسری شادی کے لیے راضی کرنا چاہا تھا۔

"آپ بھی ماموں؟" عثمان نے انتہائی شکوہ کناں نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ سعید الزماں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ہاں بیٹا میں بھی تمہاری بہنوں کا ہمنوا ہوں۔ اپنے آپ کو دوبارہ گھر بسانے کے لیے ذہنی طور پر تیار کرو اس کے بغیر گزارہ ممکن نہیں۔"

"میں مریم کی جگہ کسی اور کو دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" اس کے انداز میں قطعیت تھی۔ سعید الزمان کو اپنی لاڈلی شدت سے یاد آئی وہ واقعی خوش قسمت تھی جس کو اتنا ٹوٹ کر چاہا گیا تھا۔

"اپنا نہیں عائزہ کا سوچو بیٹا وہ ابھی بہت چھوٹی ہے۔ اس کی پرورش کرنا اکیلے تمہارے بس کا کام نہیں۔" رابعہ خاتون نے بھی اسے سمجھانا چاہا۔

"عائزہ پانچ برس کی ہونے والی ہے میں اسے سنبھال لوں گا کوئی دودھ پیتی بچی تو ہے نہیں۔" عثمان جذباتی ہو رہے تھے انہیں اس صورت حال کا صحیح ادراک ہی نہ تھا۔ عائزہ بے شک دودھ پیتی بچی نہیں تھی لیکن پھر آج کل گھر میں رابعہ خاتون موجود تھیں جو نواسی کا ہر طرح سے خیال رکھ رہی تھیں۔ عثمان صرف مریم کا غم منا رہے تھے لیکن جب سعید الزماں اور رابعہ خاتون بھی واپس اپنے گھر کو پلٹ گئے تو عثمان

کو کچھ دنوں میں ہی اندازہ ہو گیا کہ بہنیں اور ماموں ممانی جو کہہ رہے تھے اس بات پر عمل کیے بنا کوئی چارا بھی نہیں وہ دفتر کی اور گھر کی ذمہ داریاں بیک وقت نہیں اٹھا سکتے تھے کل وقتی اور جزوقتی ملازمہ بھی رکھ کر دیکھ لی مگر بات نہیں بنی۔ عورت کے بغیر زندگی گزارنا سہل کام نہیں۔ عثمان نے بوجھل دل کے ساتھ بہنوں کو شادی کے لیے رضامندی دے دی۔ بہنیں تو جیسے اسی انتظار میں بیٹھی تھیں بلکہ انہوں نے تو شاید رشتہ بھی پہلے ہی ڈھونڈ لیا تھا۔

نورین فہمیدہ کے چچا سسر کی بیٹی تھی۔ شکل و صورت کی گئی گزری نہ تھی مگر ٹانگ کے معمولی سے لنگ کی وجہ سے ابھی تک ماں باپ کی دہلیز پر بیٹھی تھی اس سے دو چھوٹی بہنیں شادی شدہ اور بال بچوں والی تھیں عثمان کا رشتہ نورین کے گھر والوں کو نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ لگا انہوں نے بخوشی یہ رشتہ قبول کر لیا انتہائی سادگی سے نکاح کرکے عثمان نورین کو اپنے سنگ رخصت کروا لائے عائزہ بلاشبہ ابھی بہت چھوٹی تھی اسے سوتیلی ماں کے مفہوم سے آشنائی تک نہ تھی لیکن بس اسے اپنے گھر میں نورین کا وجود اچھا نہ لگا پھر جیسے جیسے اس کی عمر بڑھنے لگی اسکول میں اس کی سہیلیوں نے سنو وائٹ اور اس میں مماثلت تلاش کرتے ہوئے اسے بتایا کہ سنو وائٹ کی طرح اس کی بھی اسٹیپ مدر ہیں اور وہ اس کے ابا کو بھی اس سے چھین لیں گی۔ عائزہ کو نورین مزید بری لگنے لگی اسے واقعی محسوس ہوتا جیسے ابا اس سے لاتعلق رہنے لگے ہیں اس معصوم کو یہ تو نظر ہی نہ آیا کہ ابا اپنی نئی بیوی سے بھی لاتعلق ہی رہتے ہیں۔ مریم مر گئی تھی اور عثمان میں جینے کی امنگ مر چکی تھی اب تو زندگی لگے بندھے ' سرد و سپاٹ انداز میں گزرے چلی جا رہی تھی۔

وقت کچھ اور سرکا تو نورین کی گود میں شانزے اور اس کے بعد عون آ گئے تھے۔ عثمان کی زندگی میں تو جانے نورین کی کیا حیثیت تھی البتہ اس کے گھر میں اب اس کی حیثیت مستحکم ہو گئی تھی۔ عائزہ اس سے ابھی بھی کھنچی کھنچی ہی رہتی۔ نورین اس پر بہت ممتا تو نہ لٹاتی تھی لیکن اس کا حتی المقدور خیال رکھ لیتی تھی لیکن عائزہ اور اس کے باپ کے دل تک تاحال اس کی رسائی نہ ہوئی تھی۔ وہ کبھی کبھار تو بری طرح جھنجلا ہی جاتی اور ایسے میں جب عائزہ کے نانا جی کی آمد ہوتی تو نورین کی کوفت مزید بڑھ جاتی۔ عثمان کی مرحوم بیوی کے والد رشتے میں عثمان کے ماموں بھی لگتے تھے۔

دونوں کا غم مشترک تھا ایک کو جیون ساتھی کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا تھا تو دوسرے کو بڑھاپے کے عالم میں لاڈلی بیٹی کے بچھڑنے کا غم برداشت کرنا پڑا تھا۔ نانا جی سے ملنے کے بعد جہاں عائزہ خوشی سے پھولے نہ سماتی وہاں عثمان بہت ڈسٹرب ہو جاتے۔ بچھڑی بیوی کی یاد شدت سے حملہ آور ہو جاتی۔ عثمان ماموں کے سامنے مریم کی باتیں دوہراتے ہوئے کبھی روتے کبھی ہنستے نورین کو اس ان دیکھی عورت پر بہت رشک آتا۔ اس کے شوہر کو اپنی مرحومہ بیوی سے کس قدر محبت تھی۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ عثمان کے انداز میں ٹھہراؤ آتا گیا وہ اب عائزہ کے نانا کی آمد پر زیادہ جذباتی نہ ہوتے تھے بلکہ شاید اب انہیں عائزہ کا نانا' نانی کے لیے اتنا التفات پریشان کرنے لگا تھا۔ عثمان کو احساس ہونے لگا کہ عائزہ اپنے گھر میں بالکل اجنبیوں کی طرح لاتعلق انداز میں زندگی گزارے چلی جا رہی ہے۔ وہ ایک بار نانا کے ساتھ چلی جاتی تو اس کا واپس آنے کو دل نہ کرتا واپس آجاتی تو دوبارہ ننھیال جانے کے لیے اس کا دل ہمکنے لگتا۔

پڑھائی میں اس کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی چھوٹے بہن بھائیوں سے بھی اسے کوئی سروکار نہ تھا۔ عثمان جانتے تھے کہ ماموں ' ممانی اس کی بیٹی کو کتنا چاہتے ہیں انہیں عائزہ میں اپنی مرحومہ بیٹی کی جھلک دکھائی دیتی تھی عائزہ کے وجود سے ہی ان کی زندگیوں اور ان کے گھر میں تھوڑے بہت دنوں کے لیے رونق ہو جاتی تھی عثمان کی ہمت نہ پڑتی کہ وہ کس منہ سے ماموں کو منع کرے کہ وہ عائزہ کو اپنا اتنا عادی نہ بنائیں لیکن نانا کے گھر سے واپسی کے بعد عائزہ کی پڑھائی میں

عدم دلچسپی چھوٹے بہن بھائیوں سے بے گانگی۔ باپ تک سے لاتعلقی بھرا رویہ اختیار کرنے پر عثمان کو مجبورا" اپنے ماموں یعنی عائزہ کے نانا جی سے یہ بات کرنی پڑ گئی تھی کہ عائزہ نانا' نانی کے لاڈ پیار کی وجہ سے دنیا میں صرف انہیں خیر خواہ سمجھتی ہے باقی رشتے اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ نانا جی عثمان کی بات سن کر شرمندہ سے انداز میں وضاحت دینے لگے تو عثمان کو اپنی نادانی کا احساس ہوا تھا۔ انہوں نے بے ساختہ معافی مانگتے ہوئے تسلیم کیا تھا کہ مریم ان کا ذہنی اور قلبی سکون ساتھ لے گئی ہے۔ وہ بلاوجہ عائزہ کے غیر فطری رویوں پر پریشان ہو رہے تھے سچ تو یہ تھا کہ مریم کے بچھڑنے کے اتنے عرصے بعد تک ان کی اپنی ذہنی کیفیت متوازن نہیں تھی۔

"میں کیا کروں ماموں۔ خونی رشتے بچھڑتے ہیں صبر آجاتا ہے۔ میرے والدین دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت دل کو گہرا دھچکا لگا تھا لیکن آہستہ آہستہ صبر آتا گیا جانے آپ کی بیٹی نے مجھ پر کیسا جادو پڑھ کر پھونکا تھا۔ کیسا سحر طاری کیا تھا مجھ پر جس کا اثر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ دنیا کے سامنے میں ایک نارمل زندگی گزار رہا ہوں۔ بیوی ہے بچے ہیں لیکن میرے دل کی ویرانی کا عالم کوئی نہیں جانتا۔ پتا نہیں میں نے مریم سے اتنی بے تحاشا محبت کی جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی یا مریم نے مجھے اپنی محبت میں ایسا جکڑا کہ مریم مر گئی لیکن میں اس کی محبت کے شکنجے سے باہر نہیں نکل پا رہا۔" عثمان احمد کی آنکھیں شدت جذبات سے سرخ ہوئے جا رہی تھیں اور دروازے کے پیچھے چائے کی ٹرے تھامے نورین کے دل پر بھاری بوجھ آن گرا۔ اس نے اس شخص کو خوش کرنے' مطمئن رکھنے کے کتنے جتن کر ڈالے تھے لیکن یہ اب بھی اپنی بچھڑی محبت کا سوگ منا رہا تھا۔ بوجھل دل کے ساتھ واپس پلٹنے والی تھیں کہ عائزہ کے نانا کی آواز نے ان کے قدم جکڑ لیے۔

"عثمان میاں تم نے مجھ سے اپنے دل کی بہت سی باتیں کر ڈالیں اب کچھ میری بھی سنو گے؟"

"کہیے ماموں جان۔" وہ تھکے ہارے انداز میں بولے۔

"بچھڑے ہوؤں کا غم اتنا مت مناؤ کہ زندہ لوگ غمزدہ رہنے لگیں۔ تم نے کبھی اس بچی کے جذبات و احساسات کا سوچا جو مریم کے بعد تمہاری بیوی بن کر تمہاری زندگی کا حصہ بنی۔ جہاں تک میں نے نوٹ کیا ہے وہ بچی اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی لیکن تم صحیح طور پر اس کے حقوق ادا نہیں کر پا رہے۔"

"کیوں ماموں میری طرف سے کس چیز کی کمی ہے۔ ساری تنخواہ نورین کے ہاتھ پر لا کر رکھتا ہوں پھر اس سے ایک پیسے کا حساب نہیں مانگتا۔ گھر کی مختار کل ہے وہ۔" عثمان نے رسانیت سے جواب دیا تھا۔

"عثمان میاں مانا روپے پیسے کے حوالے سے تم نے اسے کوئی تنگی نہیں دے رکھی۔ گھر میں ہر آسائش اور سہولت بھی موجود ہے لیکن ایک عورت کو خوش رکھنے کے لیے پیسہ ہی کافی نہیں ہوتا۔ اسے اپنے دل تک رسائی بھی دینی چاہیے اور اس کے دلی جذبات و احساسات کا خیال بھی رکھنا چاہیے ابھی تم عائزہ کے رویے کی شکایت کر رہے تھے لیکن تم نے اپنے بارے میں سوچا تم بھی تو ایک ابنارمل زندگی جی رہے ہو زندگی کسی کے ساتھ گزار رہے ہو اور محبت کا دم کسی اور کا بھرتے ہو یہ طرز عمل..."

"ماموں وہ کوئی اور نہیں آپ کی بیٹی تھی آپ تو کم از کم یوں نہ کہیں آپ جانتے ہیں میرا اور اس کا روح کا رشتہ جڑا تھا۔ میرے اور مریم کے رشتے کی گہرائی کے لیے شاید محبت لفظ بھی چھوٹا ہے۔" عثمان نے تڑپ کر ان کی بات کاٹی تھی۔

"وہ میری بیٹی تھی عثمان میاں اسی لیے تمہارے رویے پر مجھے زیادہ دکھ ہوتا ہے میری بیٹی نے اپنی زندگی میں اپنی ذات سے کسی کو دکھ تکلیف نہیں پہنچائی مرنے کے بعد کسی اور کے رویے کی وجہ سے کوئی میری بیٹی سے چڑنے لگے اس کے لیے دل میں اچھے جذبات نہ رکھے یہ بات میری برداشت سے باہر

ہے میری مریم اتنے پیارے دل اور ایسی اچھی عادتوں کی مالک تھی کہ ہر شخص اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا مجھے ڈر ہے کہ تمہاری اس سے بے پناہ محبت کسی اور کو اس سے نفرت پر مجبور نہ کر دے۔" نانا جی کا لہجہ آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا عثمان احمد چپ رہ گئے تھے۔

"اور سچی بات تو یہ ہے عثمان میاں کہ میں بھی ایک بیٹی کا باپ تھا۔ مجھ سے کسی اور کی بیٹی سے کی جانے والی زیادتی بھی دکھ میں مبتلا کرتی ہے۔ تمہاری بیوی سے تمہارا لاتعلقی بھرا انداز مجھے بہت کھلتا ہے۔ تم صرف اس کے ہاتھ میں پیسے تھما کر سمجھتے ہو کہ تم نے اپنا فرض پورا کر دیا نہیں عثمان میاں وہ اس سے کہیں زیادہ کی حق دار ہے۔ بیوی ہے تمہاری' تمہارے بچوں کی ماں اسے تمہاری کہیں زیادہ محبت اور توجہ درکار ہے۔ اسے اس کا پورا حق دو۔ تم خود بیٹی کے باپ ہو۔ بچیوں کے دل تو آبگینے سے زیادہ نازک ہوتے ہیں۔ ہمارے کسی بھی رویے سے انہیں ہرگز ٹھیس نہیں پہنچنی چاہیے اور آخری بات یہ کہ اگر نورین تمہیں اپنے کسی رویے سے ذہنی بدسکونی میں مبتلا رکھتی تو شاید تم مریم کا غم منانے کے لیے آزاد نہ ہوتے اس نے تمہیں گھریلو سطح پر ہر طرح کا سکون فراہم کیا ہے۔ جب ہی تم اتنے برسوں سے اپنی بچھڑی محبت کا سوگ منا رہے ہو ورنہ عثمان میاں اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔"

نانا جی نے سنجیدگی سے انہیں مخاطب کیا تھا۔ عثمان احمد چپ رہے تھے اور دروازے کے پیچھے کھڑی نورین کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی عثمان احمد کے سرد و سپاٹ رویے کو محسوس کرتے ہوئے کوئی عثمان احمد سے بازپرس بھی کر سکتا ہے اور وہ ہستی عائزہ کے نانا جی کی ہو گی یہ انہوں نے کب سوچا تھا۔ آج سے پہلے وہ اس بوڑھے شخص کی آمد پر دل ہی دل میں کتنا جز بز ہوتی تھیں ان کا بس نہ چلتا کہ وہ عثمان احمد کی آمد سے پہلے ہی عائزہ کا ہاتھ اس کے نانا جی کے ہاتھ میں تھما کر انہیں گھر سے رخصت کر دیں حالانکہ عائزہ کے نانا ان سے ہمیشہ بہت مٹھاس بھرے لہجے میں بات کرتے تھے انہیں یہ سب ڈھکوسلہ ہی معلوم ہوتا جاتے وقت عائزہ کے نانا ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے انہیں زبردستی پیسے بھی پکڑا جاتے تھے۔ نورین بے زاری سے وہ روپے دراز میں ڈال کر بھول جاتی تھیں۔ آج ان کا ندامت سے برا حال ہو رہا تھا۔ جب عائزہ کے نانا نواسی کو لے کر رخصت ہو رہے تھے جب شرمندہ شرمندہ سی نورین ان کے پاس آئی تھیں۔

"میں نے عائزہ کے ابا کے لیے یہ کرتا کاڑھا تھا یہ آپ رکھ لیجیے۔ ان کے لیے میں اور بنا لوں گی۔"

نورین نے خلوص کا جواب خلوص سے دینے کی کوشش کی تھی۔ نانا جی خوش ہو گئے تھے انہوں نے نورین کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا تھا پاس کھڑے عثمان نے ایک اچٹتی نگاہ بیوی پر ڈالی اسی لمحے نورین نے بھی انہیں دیکھا۔ عثمان مسکرا دیے تھے۔ ایک نرم اپنائیت بھری مسکراہٹ نورین کا دل شاد ہو گیا تھا۔ اور شاد تو عائزہ کا دل بھی ہو رہا تھا۔ وہ نانا جی کے ساتھ ان کے گھر جا رہی تھی۔ جہاں مہربان بانہوں میں سمیٹنے والی نانی جان بھی شدت سے اس کی منتظر تھیں۔

نانا جی کے گھر دن یوں گزرتے کہ گمان ہوتا پر لگا کر اڑ گئے ہیں۔ وہاں تو پڑھائی بھی بوجھ محسوس نہ ہوتی ہاں کبھی کبھار نانا' نانی کی **نصیحتیں** ضرور بور کرتی تھیں وہ اسے نئی امی کا ادب کرنے کی تلقین کرتے تو چھوٹے بہن بھائیوں سے پیار کرنے کا بھی کہتے رہتے۔ چھوٹے بہن بھائیوں سے تو خیر عائزہ کو خاص پرخاش نہ تھی ان کی معصوم حرکتوں پر پیار بھی آجاتا ہاں اسکول کی سہیلیوں نے سوتیلی ماں کے حوالے سے جو خناس دل میں بھر دیا تھا اس کا نکلنا مشکل تھا۔ ہاں نانا' نانی کے سمجھانے بجھانے پر وہ ان سے اپنا رویہ بہتر بنا گئی تھی۔

"اسی میں بھلائی ہے میری بچی اور پھر تم مانو یا نہ مانو تمہاری دوسری ماں بھلی عورت ہے ہمایوں بے چارے کو دیکھو سر پر نہ ماں' نہ باپ۔ اللہ کے بعد ایک آپا کا

آسرا تھا اور اب تو آپا میں بھی دم خم نہیں رہا۔ بستر ہی سنبھال رکھا ہے۔ ہمایوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔" تانی جان اس کے بالوں میں تیل لگا کر مالش کر رہی تھیں جب انہوں نے ہمایوں کا ذکر چھیڑا۔

"کیوں کیا ہوا ہمایوں کو۔ ٹھیک نہیں ہے کیا وہ۔" عائزہ نے جو مالش کرواتے وقت غنودگی میں جا رہی تھی ایک دم چونکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کہاں ٹھیک ہے بچے میرا تو اسے دیکھ دیکھ کر دل کڑھتا ہے۔ دن بہ دن سوکھ کر کانٹا ہوتا جا رہا ہے۔ بھرے پرے گھر میں کوئی ایک بھی اس کی پروا کرنے والا نہیں۔"

"بڑی نانی کی طبیعت کیا زیادہ خراب ہے۔ پہلے تو وہ ہی ہمایوں کا خیال رکھتی تھیں۔" عائزہ نے پوچھا تھا نانی جان ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئیں۔

"شام کو چلیں گے تمہاری بڑی نانی کے گھر ان کا حال پوچھنے بس تم اللہ سے دعا کرو اللہ انہیں صحت تندرستی دے۔" نانی جان نے کہا تھا عائزہ نے اثبات میں سر ہلا دیا ورنہ سچ تو یہ تھا کہ اسے بڑی نانی کے گھر جانے سے ہمیشہ ہی بڑی الجھن ہوتی تھی۔ بڑی نانی دراصل نانی جان کی بڑی بہن تھیں۔ دو گلیاں چھوڑ کر ان کا گھر تھا وہ خود تو عائزہ کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتیں لیکن ان کے بدتمیز پوتے ' پوتیاں عائزہ کو بالکل اچھے نہ لگتے ہاں ہمایوں کی بات الگ تھی ہمایوں بڑی نانی کا لاڈلا پوتا تھا وہ دو ' ڈھائی سال کا تھا کہ اس کے ماں ' باپ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں اللہ کو پیارے ہو گئے ہمایوں کی خوش قسمتی کہ وہ اس روز گھر پر اپنی دادی کے پاس تھا۔ گھر میں اس کی تائی اور چچی بھی تھیں لیکن وہ صرف دادی کی ذمہ داری تھا اور وہ بخوبی اس ذمہ داری کو نبھا بھی رہی تھیں لیکن جیسے جیسے عمر میں اضافہ ہو رہا تھا مختلف بیماریوں نے ہمایوں کی دادی کو گھیر لیا تھا وہ بہت کمزور اور ضعیف لگنے لگی تھیں۔ عائزہ نے انہیں دیکھا تو حیران ہی رہ گئی۔

"آپ تو بہت کمزور ہو گئی ہیں بڑی نانی۔" وہ کہے بنا نہ رہ پائی۔

"اور میری بیٹی تو ماشاء اللہ بہت بڑی اور پیاری ہو رہی ہے۔" بڑی نانی نے بہت پیار سے اسے دیکھا تھا عائزہ جھینپ کر ہنس پڑی تھی۔ چھوٹی نانی کے پاس بیٹھے ہمایوں نے اسے دیکھا۔

"کہاں سے بڑی لگ رہی ہے دادو ' پچھلی بار بھی اس کا قد اتنا ہی تھا۔ میرا قد دیکھیں کتنی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔"

"ہاں تم تو کھمبے کی طرح لمبے ہوتے جا رہے ہو لڑکیوں کا قد اتنی تیزی سے تھوڑی بڑھتا ہے۔" عائزہ نے سمجھ داری کا مظاہرہ کیا۔ چھوٹی اور بڑی نانی ہنس پڑی تھیں۔ ہمایوں کا قد واقعی تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ شاید اسی لیے وہ پہلے کی نسبت کمزور دکھائی دیتا تھا۔ عمر میں وہ عائزہ سے دو چار برس بڑا ہی ہو گا لیکن دونوں ایک دوسرے کو بے تکلفی سے تم کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے۔

"گھر پر اور کوئی نظر نہیں آ رہا۔ بڑی اور چھوٹی بہو کہیں گئی ہوئی ہیں کیا۔" نانی جان نے بہن سے دریافت کیا۔

"ہاں ان کے میکے میں کوئی تقریب تھی دونوں وہاں گئی ہیں!" بڑی نانی نے بتایا تھا۔

اس کی دونوں بہویں آپس میں بہنیں تھیں دونوں میں بے مثال اتفاق تھا۔ اتفاق رائے سے ہی دونوں نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ بوڑھی ساس کی بیماری کو ہرگز خاطر میں نہ لایا جائے اور ہمایوں تو دادی کی ہی ذمہ داری تھا سو انہوں نے کبھی اس کے کھانے پینے کا تردد نہ کیا تھا اکثر دونوں بہنیں بچوں کو لے کر میکے چلی جاتیں دونوں کے میاں کمانے کی غرض سے سعودیہ مقیم تھے سو کسی جواب طلبی کا خوف ہی نہ تھا۔ ساس نے بھی کبھی بیٹوں کے کان بھرنے کی کوشش ہی نہ کی تھی سو بے فکری ہی بے فکری تھی۔ جہاں آرا بیگم جیسے تیسے گھر کے کام بھی نبٹا لیتیں اور اپنے اور پوتے کے لیے کھانا بنانے کچن میں بھی کھڑی ہو جاتیں لیکن ایک روز انہیں اتنی زور کا چکر آیا کہ وہ توازن برقرار نہ رکھ پائیں اور گر پڑیں۔ ہمایوں اتفاق سے کچن میں گیا تو

دادی کو فرش پر گرا دیکھا اس کے تو حواس ہی قابو میں نہ رہ پائے بے ہوش دادی اس سے اکیلے اٹھ نہ رہی تھیں۔ پھر عقل نے کچھ کام کیا تو اس نے عائزہ کے نانا جی کے گھر فون کیا تھا نانا جی ' نانی جان اور عائزہ بھاگم بھاگ ان کے گھر پہنچے تھے۔ اتنے میں پڑوس کی دو خواتین نے بڑی نانی کو بیڈ پر لٹا دیا تھا ہمایوں ڈاکٹر کو بلانے گھر سے باہر نکلا ہوا تھا۔ ڈاکٹر آیا تو نانی کو ہوش بھی آ چکا تھا۔ ڈاکٹر نے تسلی دی اور بتایا کہ بڑھاپے کی وجہ سے کمزوری اور نقاہت کا حملہ ہوا تھا ورنہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

"آپا آج دوپہر کو کیا کھایا تھا۔" ڈاکٹر کے جانے کے بعد نانی جان نے بہن سے دریافت کیا وہ چپ ہو گئی تھیں۔

"دادو نے مجھے صبح لنچ باکس تیار کر کے دے دیا تھا اور اپنے لیے دوپہر میں کچھ بھی نہیں بنایا۔ میں نے پوچھا تو کہا کہ چائے بسکٹ کھا لیے تھے بھوک نہیں ہے۔" ہمایوں نے دادی کو خفگی سے دیکھتے ہوئے بتایا تھا۔

"ہاں تو واقعی بھوک ہی کہاں تھی چائے بسکٹ کھا لیے تھے اب ہانڈی چڑھانے کچن میں گئی تو چکر آ گیا۔"

"آپا آپ بھی نا بس۔ مجھے پتا ہے صرف اپنے لیے کھانا پکانے کا تردد نہیں کیا ہو گا بلکہ ہمت ہی نہیں ہو گی اب بھی پوتے کی محبت نے کچن میں کھڑا کر دیا۔ قصور میرا بھی ہے اتنے قریب رہتی ہوں اور دکھ تکلیف میں کام نہیں آتی کیسی نکمی بہن ہوں۔ معلوم بھی ہے کہ آپ کی بہویں گھر پر نہیں طبیعت آپ کی ٹھیک نہیں کھانا میں پکا کر بھیج دیتی۔" نانی جان خود کو مورد الزام ٹھہرانے لگیں۔

"ارے نہیں رابعہ شرمندہ مت کرو ' تم کون سا تندرست و توانا ہو شوگر ' بلڈ پریشر نے تمہارا پیچھا پکڑ رکھا ہے پھر بھی اس عمر میں اپنا گھر بھی دیکھتی ہو اور حتی المقدور میرا بھی خیال رکھتی ہو۔ تمہارے دم سے میرے وجود کو کتنی ڈھارس ملتی ہے نہ پوچھو مجھ سے۔" بڑی نانی بھی آبدیدہ ہو گئی تھیں۔

"اچھا اب آپ نے بستر سے ہلنا نہیں ہے آپا۔ ہمایوں میرے ساتھ آؤ بچے کھانا ہمارے ہاں کھاؤ اتنے میں آپا کے لیے یخنی تیار کر کے دوں گی۔ وہ لا کر اپنی دادی کو پلانا۔ آلو گوشت کا سالن بنایا ہے آپا ساتھ دو چپاتیاں ڈال کر بھجوا رہی ہوں۔ پہلے یخنی پی لینا تو انائی آ جائے گی ذرا دیر بعد کھانا کھا لینا بلکہ ہمایوں خود کھلائے گا آپ کو۔ اللہ نے ایسا فرمانبردار پوتا دیا ہے آپ کو۔"

"ٹھیک ہے چھوٹی دادو ویسے تھوڑی بہت کوکنگ مجھے آتی ہے دادو سے طریقہ پوچھ پوچھ کر میں کھانا پکا سکتا ہوں۔" ہمایوں بولا تو نانی جان ہنس پڑیں۔

"مجھے معلوم ہے میرا یہ پوتا کتنا سگھڑ ہے چلو کسی روز تمہارے ہاتھ کا پکا کھانا بھی کھائیں گے ابھی تو آؤ میرے ساتھ آج میں نے عائزہ کی فرمائش پر کوفتے بھی بنائے ہیں۔ کوفتے تو تمہیں بھی پسند ہیں نا۔" نانی جان اس سے پیار سے پوچھ رہی تھیں۔ اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا لیکن جب وہ ان کے ساتھ گھر پہنچا تو بالکل روہانسا ہو رہا تھا۔

"دادو کے سامنے تو میں نہیں رویا چھوٹی دادو لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے میری دادو ٹھیک تو ہو جائیں گی نا۔ کتنی بوڑھی اور کمزور ہو گئی ہیں وہ۔ میں ان کے بغیر کیا کروں گا۔" انجانے خدشوں کے تحت اس کا دل لرز رہا تھا۔ لمبے ہوتے قد کا وہ لڑکا اس وقت چھوٹے بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ عائزہ کو اس سے اس پر بہت ترس آیا۔ نانی جان نے بھی اسے اپنے ساتھ لگا کر بہت سا پیار کرتے ہوئے ڈھیر ساری تسلیاں دیں ـــــ اور جب نانی روٹیاں ڈالنے کچن میں گئی تھیں تو عائزہ ہمایوں کے قریب آئی تھی۔

"بڑی نانی کو کچھ نہیں ہو گا ہمایوں۔ میں نے اللہ سے ان کے لیے بہت دعائیں کی ہیں اور میں اور بھی دعا کروں گی۔ نانا جی کہتے ہیں کہ اللہ بچوں کی دعا بہت جلد قبول کرتا ہے۔" عائزہ نے اپنی طرف سے اسے بھرپور تسلی دی تھی اور روتے ہوئے ہمایوں کو بے ساختہ ہنسی آ گئی تھی۔ "تم ابھی بھی بچی ہو کیا۔ اتنی بڑی تو ہو گئی ہو۔" اور عائزہ نے اسے خفگی سے گھورا تھا

مگر اگلے ہی پل اسے ہنسی آگئی۔ ہمایوں بھی مسکرا رہا تھا۔ اللہ نے واقعی اس کی دعا سن لی تھی اگلی بار جب وہ چھٹیوں میں نانا جی کے گھر آئی تو بڑی نانی کے گھر بھی جانا ہوا۔ وہ پہلے کی نسبت صحت مند اور چاق و چوبند دکھائی دے رہی تھیں۔ حسب معمول عائزہ سے بہت محبت سے ملیں۔

"ہائے اللہ عائزہ کتنی پیاری ہو گئی ہو تم۔ کون سی کریم لگاتی ہو۔" یہ افشین تھی ہمایوں کی چچازاد بہن جو تقریباً" عائزہ کی ہم عمر ہی تھی۔ عائزہ اس سوال پر شرما سی گئی۔

"میں تو کچھ بھی نہیں لگاتی۔" اس نے جو سچ تھا بتا دیا۔ افشین کو یقین نہ آیا اتنے میں نوشین آپی بھی آ گئی تھیں۔

"ہمایوں کہاں ہے دادو۔ میں نے اسے اپنی دوست کے گھر بھیج کر کتاب منگوانی ہے۔" نوشین نے چلو عائزہ کو تو نظر انداز کیا ہی تھا اپنی دادو کے ساتھ محو گفتگو عائزہ کی نانی جان کو بھی سلام کرنے کی زحمت گوارا نہ کی تھی' بڑی نانی نے اسے فہمائشی انداز میں گھورتے ہوئے اس بات پر ٹوکا تھا۔

"سوری دادو۔" نوشین نے منہ بناتے ہوئے سوری کی اور بادل ناخواستہ چھوٹی دادو کو بھی سلام کر ڈالا پھر دوبارہ ہمایوں کے بارے میں استفسار کیا تھا۔

"ہمایوں سو رہا ہے اندر طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس کی' تم عادل یا باسط کو بھیج کر اپنی کتاب کیوں نہیں منگوا لیتیں اتنی دور تمہاری سہیلی کا گھر ہے۔ عادل موٹر سائیکل پر جا کر لا دے گا کتاب' میں اتنی سردی میں ہمایوں کو نہیں بھیجوں گی۔" بڑی نانی نے دو ٹوک انکار کر دیا تھا۔

"عادل بھائی اور باسط تو جیسے فارغ بیٹھے ہیں نا۔" نوشین ناراضی سے بڑبڑ کرتی واپس پلٹ گئی تھی۔

بڑی نانی کے تین بیٹے تھے' ہمایوں کے والد کا انتقال ہو گیا تھا ان کے باقی دونوں بیٹے سعودیہ مقیم تھے۔ بڑے بیٹے کے دو بیٹے عادل اور باسط تھے تو چھوٹے بیٹے کی دو ہی بیٹیاں تھیں۔ ماؤں نے بچوں کی تربیت پر کچھ خاص توجہ نہ دی تھی۔ عجیب منہ پھٹ اور بدتمیز بچے تھے ہاں ہمایوں کی تربیت دادی نے کی تھی سو وہ بہت سلجھا ہوا اور مہذب تھا لیکن جانے کیوں تائی' چچی بھی اس سے خار کھاتی تھیں اور کزنز بھی اس سے چڑتے تھے۔ عائزہ ہمایوں کا خود سے موازنہ کرتی تو واقعی خدا کا شکر ادا کرتی تھی۔ اللہ نے اگر اسے ماں کی نعمت سے محروم کیا تھا تو ابا تو تھے نا اس کے پاس۔ اب ابا نہ صرف اس کے ساتھ بلکہ دونوں چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ بھی بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ گم سم' چپ چاپ اور اپنے خول میں بند رہنے والے ابا اب کافی بدل گئے تھے' ٹیوٹر ہٹا دیا گیا تھا ابا اب ان تینوں بہن بھائیوں کو خود پڑھاتے تھے۔ چھٹی والے دن انہیں سیر بھی کروانے لے جاتے اور کبھی کبھار ان کے ساتھ لڈو یا کیرم بھی کھیلتے تھے اور ایسے کسی بھی موقع پر وہ نورین کو بھی آواز دے کر بلا لیتے۔ نورین جو شانزہ اور عون کی امی تھیں عائزہ انہیں امی کہہ کر مخاطب نہ کرتی تھی آپ کہہ کر کام چلا لیتی۔ عون کو کسی شرارت سے روکنا ہوتا تو عون آپ کو آپ کی مما ماریں گی کہہ کر شرارت سے باز رکھتی۔

نورین کے لیے امی یا مما کے الفاظ منہ سے ادا نہ ہوتے ہاں ویسے ان کے ساتھ تعلقات ٹھیک تھے بہت زیادہ گرمجوشی نہ سہی تو پہلے کی طرح لاتعلقی یا سرد مہری بھی نہیں تھی۔ نانا' نانی کی مسلسل برین واشنگ کے بعد اس نے سوتیلی ماں کا وجود قبول کر لیا تھا اور یہ حقیقت بھی تسلیم کر لی تھی کہ اس کی سوتیلی ماں اس پر ہرگز ظلم و ستم کے پہاڑ نہیں توڑ رہی بے شک وہ جیسے لاڈ اپنے بچوں کے اٹھاتی تھیں شاید عائزہ کے نہ اٹھاتی یا پھر وہ جھجک جو روز اول سے دونوں کے رشتے میں قائم تھی وہ یکسر ختم نہ ہوئی تھی لیکن پھر بھی وہ عائزہ کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی کوشش کرتی تھیں اب عائزہ بھی ان کا ہاتھ بٹا دیتی تھی ان سے پوچھ کر گھر کے چھوٹے موٹے کام کرتے ہوئے عائزہ کو مزا آتا تھا اور چھوٹے بہن بھائیوں کی تو وہ آپی تھی ہی چاہے ان کے گال چوم چوم کر سرخ کر دے یا کسی شرارت پر ان کا

کان مروڑ دے وہ ان پر بڑی بہنوں والا سارا حق جتا سکتی تھی نورین نے کبھی اسے ایسا کرنے سے نہ روکا تھا۔ وہ عون اور شانزے کے ساتھ اس کا تعلق دیکھ کر مطمئن اور خوش ہوتی تھیں۔

بحیثیت مجموعی زندگی متوازن انداز میں گزرے جا رہی تھی ہاں نانا جی کے گھر جانے کی خواہش ایسی خواہش تھی جس سے عائزہ کبھی دستبردار نہ ہو سکتی تھی۔ وہ اسکول کی چھٹیوں کے انتظار میں دن گنتی اور جیسے ہی چھٹیاں ہوتی نانا جی اسے لینے کے لیے آن موجود ہوتے۔ نانا جی اور نانی جان کی شفقت بھری چھاؤں میں گزارے گئے دن اس کی زندگی کے بہترین دن ہوتے تھے۔ لیکن جب یہاں آنے کے بعد وہ بڑی نانی کے گھر جاتی تو ہمایوں کے ساتھ اس کے گھر والوں کا رویہ دیکھ کر اس کا جی دکھتا تھا تو اپنی زندگی پر اللہ کا شکر بھی ادا کرتی تھی۔

ہمایوں ایسے گھر میں رہتا تھا جہاں دادی کے علاوہ سب لوگ اس سے خار کھاتے تھے اور جب سے اس نے اپنے چاچو کو خط لکھ کر دادو کی طبیعت کے بارے میں تفصیل سے بتایا تھا تو چاچو نے فون کر کے نہ صرف بیوی کو گھر کا تھا کہ وہ ان کی ماں کا بہتر طور پر خیال نہیں رکھ رہیں بلکہ ان کے علاج معالجے کے لیے خطیر رقم بھی بھجوائی تھی ہفتے میں ایک بار فون کر کے وہ بطور خاص ہمایوں سے پوچھتے تھے کہ کیا وہ دادو کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا تھا یا نہیں اور یہ کہ اس کی تائی اور چچی دادو کی خوراک کا خیال رکھ رہی ہیں یا نہیں۔

دادو تو فون پر کچھ سچ نہ بتاتی تھیں ہمیشہ بہوؤں کی پردہ داری کر لیتی تھیں لیکن ہمایوں سب کچھ صاف صاف بتا دیتا اسے تائی' چچی کے بگڑے موڈ سے زیادہ اپنی دادو کی صحت عزیز تھی اپنی ذات کے لیے تو اس نے کبھی تایا' چچا سے ایک روپے کا تقاضا نہ کیا تھا۔ تائی اور چچی اسے گھنا' میسنا' جاسوس' مخبر' جانے کیا کچھ کہہ کر دل کی بھڑاس نکالتیں۔ وہ ان کی آنکھوں میں بری طرح کھٹکنے لگا تھا۔ ماؤں کی دیکھا دیکھی بچے بھی اس سے تحقیر آمیز انداز میں پیش آتے لیکن دادو کا وجود ہمایوں کے لیے بہت بڑی ڈھارس تھا اور اب تو بہتر علاج اور مناسب غذا ملنے سے دادو کی صحت بہت بہتر ہو گئی تھی عائزہ کی ہمایوں سے ملاقات ہوئی تو اس نے سارا کریڈٹ خود لینا چاہا۔

"دیکھا میری دعاؤں سے بڑی نانی بالکل ٹھیک ہو گئیں تم پچھلی بار بلاوجہ پریشان ہو رہے تھے۔" عائزہ کے انداز پر ہمایوں کو ہنسی آگئی۔ عائزہ میں واقعی اب تک بچوں والی معصومیت تھی حالانکہ اب وہ نویں جماعت میں جا پہنچی تھی اور اگلے برس جب عائزہ دسویں میں اور عون سیکنڈ ایئر میں تھا تو زندگی نے کچھ اور ہی پلٹا کھایا۔

موسم گرما کی تعطیلات ختم ہونے کے بعد ابا عائزہ کو نانا جی کے ہاں لینے آئے ہوئے تھے جب نانی جان نے ابا سے عجیب سی بات چھیڑ دی۔

"عثمان بیٹا ہے تو یہ بات بہت قبل از وقت لیکن مسئلہ یہی ہے کہ ہم بوڑھے لوگوں کے پاس وقت ہی بہت کم ہوتا ہے۔ دراصل آپا نے ہمایوں کے لیے عائزہ کا رشتہ مانگا ہے' آپا کو اپنی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں وہ عائزہ کو ہمایوں کی طرح ہی بہت عزیز رکھتی ہیں اور یہ چاہتی ہیں کہ اس اطمینان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوں کہ ان کے لاڈلے پوتے کی نسبت ایک بہت ہی اچھی اور پیاری بچی سے طے ہے۔"

"لیکن ممانی۔" ابا تو ان کی بات سن کر حق دق ہی رہ گئے تھے اور حق دق تو عائزہ بھی رہ گئی تھی وہ اس وقت نانی جان کے لحاف میں دبکی نانی اور ابا کی نگاہوں میں سو رہی تھی لیکن صرف اس کی آنکھیں بند تھیں دماغ چوکس اور بےدار تھا۔

"میں جانتی ہوں عثمان بیٹا کہ تمہارے لیے یہ بات بالکل غیر متوقع ہے۔ ابھی بچوں کی عمریں بہت کم ہیں۔ اتنی چھوٹی عمروں میں اس قسم کے فیصلے نہیں کیے جاتے مجھے تسلیم ہے کہ یہ بہت قبل از وقت ہے لیکن مسئلہ صرف یہ ہے کہ آپا کے سوا ہمایوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بھلے سے خونی رشتے موجود ہیں لیکن کسی کو اس بچے سے کوئی سروکار نہیں آپا اس کی زندگی سے

متعلق یہ اہم ترین فیصلہ خود کرنا چاہ رہی ہیں انہیں ہمایوں کے معاملے میں کسی دوسرے پر ذرا برابر بھی اعتماد نہیں۔"

"آپ کی ساری باتیں بجا ممانی لیکن پھر بھی میں بچوں کے رشتے اتنی چھوٹی عمر میں کرنے کا قائل نہیں۔ آگے جانے کیا حالات ہوں اور ہمایوں بھی تو ابھی کم عمر ہے۔ اس کا مستقبل بالکل غیر واضح ہے۔"

"خیر میاں ہمایوں کے بارے میں تو میں ہر قسم کی گارنٹی دینے کو تیار ہوں۔ پوت کے پاؤں پالنے میں ہی نظر آجاتے ہیں۔ وہ بہت ہونہار، قابل اور مہذب بچہ ہے ناسامد حالات کے باوجود اس کا تعلیمی سفر شاندار طریقے سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ہر جماعت میں اسکالر شپ کا حقدار ٹھہرتا ہے وہ۔ ایک ذہین اور محنتی بچے کا مستقبل کبھی بھی غیر واضح نہیں ہوتا وہ بہت روشن اور تابناک ہوتا ہے۔" نانی جی نے ابا کے سامنے ہمایوں کی بے تحاشا تعریف کی تھی ابا اس وقت تو ہنکارا بھر کر چپ ہو گئے نہ اقرار نہ انکار شام کو وہ بڑی نانی سے ملنے گئے تھے وہاں انہوں نے ہمایوں کو بھی دیکھا۔ اگلے دن جب عائزہ اور ابا کی واپسی تھی تو بڑی نانی نانا جی کے گھر پہنچ گئیں۔

"میری درخواست تم تک پہنچ گئی ہوگی عثمان بیٹا کہو کس فیصلے پر پہنچے۔" انہوں نے ڈائریکٹ ابا کو مخاطب کیا۔ ابا نے ایک نظر انہیں دیکھا وہ صرف نانی جی کی بہن نہیں تھیں دور پار کے رشتے سے ابا کی پھوپھی بھی لگتی تھیں۔ وہ بہت نیک طینت خاتون تھیں ابا نے ہمیشہ دل سے ان کا احترام کیا تھا۔ مریم بھی اپنی خالہ سے بہت محبت کرتی تھی اور وہ ضعیف العمر خاتون اس وقت بہت آس سے انہیں تک رہی تھیں۔ کچھ رشتے کا لحاظ آڑے آیا یا پھر ہمایوں ابا کو خود بہت پسند آیا تھا سو انہوں نے بڑی نانی کو ان الفاظ میں رضامندی دے ڈالی تھی۔

"بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں پھوپھو لیکن ماموں، ممانی کو عائزہ کے لیے آپ کا پوتا بہت موزوں لگا ہے اور عائزہ پر مجھ سے کہیں زیادہ اس کے نانا، نانی کا حق ہے اس کے متعلق وہ جو بھی فیصلہ کریں وہ مجھے منظور ہے۔ انہوں نے آپ کے پوتے کو سند قبولیت بخش دی تو مجھے بھی اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔" اور بڑی نانی کا چہرہ فور مسرت سے جگمگانے لگا تھا۔

"اللہ آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ درازی عمر عطا کرے آپ ان بچوں کی خوشیاں خود دیکھیں۔" ابا مسکرائے تھے۔ نانا جی اور نانی جان بھی بے تحاشا خوش نظر آرہے تھے اور رہی عائزہ تو بے شک وہ بچی تھی کم عمر اور نادان بھی مگر اتنی بھی نادان نہیں کہ ان باتوں کا مفہوم سمجھ ہی نہ پائے۔ اس کا دل عجیب و غریب انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔ اسے اپنا چہرہ بے تاثر رکھنے میں بہت دشواری کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وقت نے ثابت کر دیا تھا کہ بڑی نانی کی اپنی زندگی سے متعلق بے اعتباری چنداں غلط نہ تھی۔ نانا جی کے ہاں سے واپس آنے کے ڈیڑھ مہینے فقط ڈیڑھ مہینے بعد بظاہر صحت مند نظر آنے والی بڑی نانی کی عمر کی نقدی تمام ہو گئی تھی۔

ابا ان کی تدفین میں شرکت کے لیے فوراً روانہ ہو گئے تھے ہاں عائزہ کو ساتھ نہ لے گئے بلکہ اسے ساتھ لے جانا انہوں نے ضروری ہی نہ سمجھا تھا۔ نانا جی کے ہاں جانا اس کے اسکول کی تعطیلات سے مشروط تھا اور اب کون سا اسکول کی چھٹیاں تھیں ہاں بڑی نانی کو یاد کر کے عائزہ کئی دن تک چپکے چپکے روتی رہی اور ان کے ساتھ ہی اسے ہمایوں کو یاد کر کے بھی رونا آتا تھا۔ وہ کتنا تنہا ہو گیا ہوگا۔ شاید اپنے اور ہمایوں کے حالات میں مماثلت کی وجہ سے اسے ہمیشہ سے ہی ہمایوں سے دلی ہمدردی تھی اور اب وہ ہمدردی محض ہمدردی نہ رہی تھا ہمایوں کے لیے دل میں ابھرنے والا جذبہ بہت انوکھا اور خالص تھا۔ چند مہینوں بعد جب وہ نانا جی کے ہاں گئی تھی تو وہاں گزارے گئے بہت سے دنوں میں ہمایوں سے محض ایک بار ملاقات ہوئی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ سنجیدہ اور سمجھ دار ہو گیا تھا اور عائزہ جو اس خیال میں تھی کہ وہ اپنی دادو کے غم میں اب تک نڈھال ہوگا اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

"غم خود پر طاری کرنا بہت آسان ہے عائزہ بی بی لیکن اس دکھ کو اپنے سینے میں چھپا کر اسے اپنی طاقت بنا لینا اصل ہنر ہے اور اب میں اس ہنر میں طاق ہو گیا ہوں۔ دادو کی یادیں میرا سرمایہ ہیں وہی میری طاقت ہیں اور وہی مجھ میں آگے بڑھنے کی لگن پیدا کرتی ہیں۔" ہمایوں اس کے چہرے پر چھپی حیرت پا گیا تھا جب ہی مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ عائزہ دھیرے سے مسکرا دی تھی کچھ جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ اسے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ ہمایوں اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کے دلی جذبات پا جائے گا۔

"تم بھی خوش رہنے کی کوشش کیا کرو عائزہ۔ اپنے حالات پر بلاوجہ جلنے کڑھنے کا فائدہ ہمیں اپنے حالات بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔" ہمایوں نے مسکرا کر اسے مخاطب کیا اور اس بار وہ شدید غلط فہمی میں مبتلا تھا عائزہ اس کی غلط فہمی دور کیے بنا نہ رہ پائی۔

"میرے ساتھ تمہارے جیسا کوئی مسئلہ نہیں ہے ہمایوں! ابا مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں میں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں سے بہت پیار کرتی ہوں اور میری اسٹیپ مدر وہ بھی شاید تمہاری تائی اور چچی سے کہیں زیادہ میرا خیال رکھتی ہیں۔" عائزہ نے صاف گوئی سے جواب دیا تھا۔

"اچھی بات ہے۔" ہمایوں نے سر ہلایا۔

"ارے واہ کیا راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں۔" اسی لمحے افشین کی آمد ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں کتابیں تھیں وہ آج کل شام کو نانا جی کے پاس پڑھنے آتی تھی بلکہ اس کی امی اسے زبردستی یہاں بھیجتی تھیں کہ موصوفہ کا دماغ پڑھائی میں بالکل نہ چلتا تھا۔ اور ٹیوٹر خراب رزلٹ کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہ ہوتے تھے اور یہاں عائزہ کے نانا جی مفت میں اس کے ساتھ سر کھپا لیتے تھے۔

"نانا جی نماز پڑھنے گئے ہیں آتے ہی ہوں گے۔" عائزہ نے اسے بتایا تھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں میں نے پوچھا ہے کہ کیا راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں۔" افشین نے دوبارہ اپنی گول گول آنکھیں گھمائی تھیں۔

"کوئی خاص بات تو نہیں۔" عائزہ اس کے انداز پر بوکھلا سی گئی۔

"خاص باتیں بھی کر سکتے ہو۔ کوئی پابندی تھوڑی ہے آخر تم دونوں منگیتر ہو باقاعدہ منگنی نہیں ہوئی تو کیا ہوا دادو نے تمہارے ابا سے۔"

"اسٹاپ اٹ افشین تم اپنا دماغ فضول باتوں کے بجائے اپنی پڑھائی میں لگایا کرو تو زیادہ اچھی بات ہوگی۔" ہمایوں نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ناگواری سے ٹوک دیا تھا۔ افشین برا مانے بغیر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ عائزہ خجل سی ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ وہ اتنی کم عمر نہ تھی کہ اپنے اور ہمایوں کے بیچ جڑے رشتے کو نہ جانتی لیکن یہ ضرور جانتی تھی کہ وہ دونوں ابھی کم عمر ہیں اور اس عمر میں اس طرح کی باتیں مناسب نہیں ہوتیں۔ افشین کی بات اور اس کا انداز عائزہ کو خود بہت معیوب لگا تھا اتنے میں ہی نانا جی بھی آ گئے تھے۔ افشین اپنی کتابیں سنبھالتی ان کے کمرے کی طرف بڑھی۔ ہمایوں بھی انہیں سلام دعا کر کے واپس پلٹ گیا تھا۔

اور پھر جتنے دن بھی وہاں عائزہ رہی ہمایوں دوبارہ نہ آیا۔ پتا نہیں وہ اس کا سامنا کرنے سے ہچکچا رہا تھا یا اس کی کوئی اور مصروفیت تھی۔ عائزہ کو بہرحال جاتے سمے تک اس کا انتظار رہا تھا۔ آخر ابا اسے لینے آگئے اور وہ واپس چلی گئی۔ نانی جان نے وقت رخصت اسے خوب بھینچ کر سینے سے لگایا اور دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ تھام کر کئی سیکنڈ اسے تکتی رہیں پھر آبدیدہ ہو کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"کیا ہوا ہے نانی جان۔ آپ اتنی اداس کیوں ہو رہی ہیں۔ میں دسمبر کی چھٹیوں میں پھر آجاؤں گی۔" عائزہ ان کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر خود بھی روہانسی ہو گئی تھی۔

"دسمبر کس نے دیکھا بیٹا۔" نانی جان نے ایک سرد آہ بھری تھی۔

"نیک بخت۔" نانا جی تنبیہی انداز میں انہیں

پکارتے ہوئے کھنکھارے تھے۔

"ممانی آپ حوصلے سے کام لیں۔ اللہ بہتر کرے گا۔ اس وقت آپ کی قوت ارادی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔" عائزہ کے ابا نے انہیں مخاطب کیا۔ نانی جان آنکھیں پونچھتے ہوئے زبردستی مسکرا دیں۔ عائزہ کو یہ تمام گفتگو پلے نہ پڑی تھی لیکن اس کی چھٹی حس نے کسی انہونی کا احساس دلایا تھا۔

"کیا ہوا ہے ابا۔" اس نے متوحش ہو کر باپ سے پوچھا۔

"ارے کچھ نہیں بیٹا۔ تمہاری نانی تمہارے جانے سے اداس ہو رہی ہیں۔" جواب نانا جی کی طرف سے آیا تھا۔ عائزہ پتا نہیں کیوں پھر بھی مطمئن نہ ہو پائی البتہ مزید سوال کرنے سے گریز کیا تھا۔ گھر واپس آ کر اس کا دھیان بٹ گیا تھا۔ وہ پڑھائی میں مشغول ہو گئی تھی اب اس کا شمار کلاس کی لائق اسٹوڈنٹس میں ہوتا تھا۔ چند دن بعد ابا دفتر کے کام سے دوسرے شہر گئے تو واپسی میں نانا جی اور نانی جان کے شہر کا بھی چکر لگایا کم از کم انہوں نے عائزہ کو یہ ہی بتایا تھا۔ نانی جی نے اس کے لیے ایک سوئیٹر بُن کر بھیجا تھا۔

"اپنی نانی کے اس تحفے کو بہت احتیاط سے اور سنبھال کر رکھنا بیٹا۔ انہوں نے خراب طبیعت کے باوجود بہت محبت سے تمہارے لیے بُن کر بھجوایا ہے۔" ابا نے اس تاکید کے ساتھ اسے سوئیٹر تھمایا تھا۔

"کیا ہوا ہے نانی جان کو۔" عائزہ نے متوحش ہو کر پوچھا۔

"بڑھاپا سو بیماریوں کی ایک بیماری ہے بیٹا۔" ابا افسردگی سے بولے تھے۔

"ابا میں نے نانی جان سے ملنے جانا ہے۔ وہ ٹھیک تو ہیں نا۔" عائزہ کا دل بے چین ہو گیا تھا۔

"دسمبر کی چھٹیوں میں میں تمہیں خود وہاں چھوڑ آؤں گا۔ فی الحال تم اپنی پڑھائی پر دھیان دو۔" ابا نے اس کے سوال کا جواب ہی گول کر دیا لیکن دسمبر کی چھٹیوں سے پہلے ہی ابا کو اسے نانا جی کے ہاں لے جانا پڑ گیا تھا۔ جان سے پیاری نانی اب دنیا میں نہیں رہی تھیں۔ چند ماہ پہلے ہی انہیں کینسر کی تشخیص ہوئی تھی نانا جی نے شریک حیات کے علاج کی خاطر پیسہ پانی کی طرح بہایا تھا لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے ویسے بھی اکلوتی بیٹی کی جدائی کے بعد نانی جی کا وجود اندر سے بھربھری مٹی کی طرح ڈھے چکا تھا رہی سہی کسر بیماری کے حملے نے نکال دی حالانکہ ڈاکٹرز کہتے تھے کہ یہ ابھی مرض کی پہلی اسٹیج ہے علاج ممکن ہے۔ نانا جی نے اپنی زندگی کی ساتھی کے علاج میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر نانی جی نے قوت ارادی سے کام ہی نہ لیا۔ ساری عمر وفا نبھانے والی نے زندگی کے آخر میں یوں بے وفائی کا مظاہرہ کر ڈالا۔ عائزہ اور اس کے نانا کو روتا چھوڑ کر وہ اپنی مریم کے پاس چلی گئیں۔ جان نچھاور کرنے والی حقیقی سی نانی اب اس دنیا میں نہ تھیں عائزہ کا دل یہ حقیقت تسلیم کرنے سے انکاری تھا۔ وہ نانا جی کے سینے سے چمٹ کر یوں بلک بلک کر روئی کہ ہر دیکھنے والی آنکھ اشک بار ہو گئی۔

نانا جی اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر تسلی دلاسا تو دے رہے تھے مگر سچ تو یہ تھا کہ اب وہ بھی ہمت ہار بیٹھے تھے اور جب عائزہ نے ابا سے کہا کہ وہ نانا جی کو اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتی اب وہ ان کے پاس رہے گی تو ابا نے اسے بہت پیار اور نرمی سے سمجھایا تھا۔

"دیکھو تم جانتی ہو کہ ایسا کسی طور ممکن نہیں۔ تم اور تمہارے نانا یہاں اکیلے نہیں رہ سکتے۔ نانا جی کو سہارے کی ضرورت ہے تم انہیں راضی کرو کہ وہ ہمارے ساتھ چل کر وہاں رہیں۔" عائزہ کو ابا کی بات سمجھ آ گئی تھی اس نے نانا جی کو اپنے ساتھ چلنے پر راضی کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا مگر وہ نہ مانے۔

"میں جانتا ہوں ماموں جان یہ آپ کے لیے مشکل فیصلہ ہے مگر خود سوچیں آپ یہاں اکیلے کیسے رہ پائیں گے۔" ابا نے انہیں رنجیدگی سے دیکھتے ہوئے مخاطب کیا۔ وہ چند دنوں کے اندر اندر کتنے بوڑھے اور کمزور دکھائی دینے لگے تھے۔

"عثمان میاں تمہاری محبت بھری تشویش اپنی جگہ لیکن میں اپنی زندگی کے آخری ایام اسی گھر میں بسر کرنا چاہتا ہوں اور بے فکر رہو اکیلا نہیں رہوں گا میں۔ آصف کے بیوی بچے چند دن میں یہاں شفٹ ہو جائیں گے۔" نانا نے بڑی نانی کے بیٹے، بہو کا ذکر کیا تھا۔

"وہ یہاں کیوں شفٹ ہو جائیں گے۔" عائزہ کو نانا جی کی بات سن کر اختلاج ہونے لگا۔

"تمہاری نانی کی بیماری اور علاج معالجے پر بہت خرچہ کیا تھا بیٹی۔ مکان تمہاری نانی سے قیمتی تو نہ تھا۔ پیسوں کی ضرورت پڑی تو بیچنے کی سوچی، آصف کو پتا چلا تو اس نے سعودی عرب میں بیٹھے بیٹھے فوراً" رقم کا چیک بھجوا دیا۔ ماشاء اللہ ان بھائیوں کا کنبہ بڑا ہو رہا ہے اس چھوٹے مکان میں گزارا نہ تھا۔ قریب ہی دوسرا گھر مل گیا انہیں اور کیا چاہیے تھا اور میں بھی کسی انجان، اجنبی کو گھر فروخت کرتا تو دل دکھتا۔ اب یہ ہے کہ جب تک زندگی باقی ہے اسی گھر کے ایک کونے میں پڑا رہوں گا۔ کہیں اور کرائے دار بن کر رہنے سے بہتر ہے کہ بندہ اپنے مکان میں ہی کرائے دار کی حیثیت سے رہ لے۔" نانا جی بات کے آخر میں ذرا سا مسکرائے تھے۔

عائزہ دکھ سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔ دکھ تو ابا کو بھی بہت ہوا تھا۔

"آپ نے مجھے اپنا سمجھا ہی نہیں ماموں، ممانی کے علاج کے لیے جب بھی آپ کو رقم دینا چاہی ہمیشہ ٹال گئے۔ یہ کہا کہ جب ضرورت پڑی تو تم سے ہی مانگوں گا عثمان میاں اور نوبت یہاں تک آ گئی کہ آپ کو گھر تک بیچنا پڑا۔"

"گھر گھر والی سے بنتا ہے عثمان میاں وہ نیک بخت چلی گئی اب تو بس زندگی کے دن پورے کرنے ہیں، تم ہماری فکر چھوڑو، ہم تو اب چراغ سحری ہیں۔" نانا جی یاسیت سے مسکرائے تھے پھر حیران پریشان کھڑی عائزہ کو ساتھ لپٹا کر پیار کیا۔

"ہماری عائزہ ماشاء اللہ پڑھائی میں بہت اچھی ہو گئی ہے۔ اگر اس کا رجحان ہو تو اسے ڈاکٹر بنانے کی کوشش کرنا، مریم کو بھی ڈاکٹر بننے کا بہت شوق تھا، مگر تمہاری طرف سے شادی کی ایسی جلدی مچائی گئی کہ اس کا یہ خواب ادھورا رہ گیا خیر خدا کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے۔ اس کی اتنی جلد شادی نہ ہوتی تو ہمیں یہ جان سے پیاری نواسی کیسے ملتی۔ اب یہ پیاری سی نواسی اچھی سی ڈاکٹر بن جائے ہم سب شاد ہو جائیں گے۔" نانا جی نے اس کی پیشانی پر پھر بوسہ دیا۔

"میں آپ لوگوں کو ڈاکٹر بن کر دکھاؤں گی۔" عائزہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے عزم کا اظہار کیا تھا۔ نانا جی مسکرا دیے۔ ابا بھی غمگین سی ہنسی ہنس دیے سچ تو یہ تھا کہ اس بار انہیں ماموں کو تنہا چھوڑ کر جانے کا حوصلہ نہ ہو رہا تھا۔ انہیں لگ رہا تھا کہ مریم کی روح بھی باپ کی تنہائی اور لاچارگی پر بے چین ہو رہی ہو گی بہت بوجھل دل کے ساتھ ابا اور عائزہ واپس لوٹے تھے اور پھر عائزہ کو دوبارہ نانا جی کے ہاں جانا نصیب نہ ہوا تھا۔

اس کے میٹرک کے پیپرز کے دوران نانا جی کا انتقال ہو گیا تھا۔ شاید نانی جان کے بعد ان میں جینے کی امنگ ہی نہ بچی تھی۔ ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر جو سوئے تو تہجد کے لیے نہ اٹھ پائے۔ رات کے کسی پہر ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ابا دفتری کام سے دوسرے شہر دوروں پر جاتے رہتے تھے، لیکن اس بار ابا دورے پر جاتے ہوئے جتنے غم زدہ اور نڈھال لگ رہے تھے عائزہ انہیں دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

"تمہیں پتا تو ہے اتنے دن سے تمہارے ابا کو بخار ہو رہا تھا اس لیے کمزوری اور تھکاوٹ ہے۔ دفتر کے کام سے جانا مجبوری نہ ہوتی تو کبھی نہ جاتے تم بلاوجہ پریشان مت ہو اپنی پڑھائی پر توجہ دو کل تمہارا فزکس کا پیپر ہے۔" ابا کے جانے کے بعد جب اس نے نورین سے ابا کے یوں نڈھال اور بے حال ہونے پر استفسار کیا تھا تو انہوں نے اسے رسانیت سے سمجھایا تھا۔ عائزہ اور نورین کے درمیان اگر بے تحاشا محبت پیدا نہیں بھی ہو پائی تھی تو اپنائیت اور انسیت کا رشتہ ضرور

استوار ہو گیا تھا۔ عائزہ کو تسلیم تھا کہ یہ سب نانا جی اور نانی جان کے سمجھانے بجھانے کی وجہ سے ہوا تھا۔ اسے تصویر کا روشن رخ دیکھنے کا سلیقہ آگیا تھا۔ اسے کبھی کبھار اب بھی شرمندگی ہوتی تھی کہ بہت بچپن میں دوسرے لوگوں کی باتوں میں آکر وہ نورین سے نہ صرف بدگمان رہتی تھی بلکہ کبھی کبھار بدتمیزی بھی کر جاتی تھی، لیکن اب معاملہ یکسر مختلف تھا وہ نورین سے بہت ادب اور تمیز سے بات کرتی تھی اور وہ بھی اس کا ہر ممکن خیال رکھتی تھیں۔

ابا کے دوسرے شہر کاروباری دورے پر جانے کے بعد نورین نے امتحانوں میں اس کا بہت خیال رکھا اسے کیا پتا تھا کہ ابا ہرگز بھی کسی دفتری کام سے دوسرے شہر نہیں گئے ہیں صرف اس کے امتحانوں کی وجہ سے اس سے یہ بات چھپائی گئی تھی کہ نانا جی اب اس دنیا میں نہیں رہے اتنے کم عرصے میں جان سی پیاری یہ ہستیاں بچھڑ گئی تھیں وہ یقین کرتی تو کیسے کرتی ابھی تو نانی جان کا غم ہی تازہ تھا کہ نانا جان بھی چل بسے۔ ابا نے اسے یہ اطلاع دینے سے پہلے بہت لمبی تمہید باندھی تھی دنیا فانی ہے۔ جو بھی یہاں آتا ہے اسے واپس جانا ہوتا ہے۔ بہت پیاری ہستیاں بھی سدا کسی کے ساتھ نہیں رہ سکتیں وغیرہ وغیرہ۔ عائزہ متوحش ہو کر ابا کی تمہیدیں سنتی رہی اور جب ابا نے بتایا کہ نانا جی اب اس دنیا میں نہیں رہے تو عائزہ غش کھا گئی تھی۔ نانی جان کا آخری چہرہ دیکھنا تو نصیب ہو گیا تھا، مگر نانا جی کا تو آخری دیدار بھی نہ کر پائی۔

کئی دن تک وہ دل ہی دل میں ابا سے شاکی رہی۔ امتحان جائے بھاڑ میں آخر ابا اسے ساتھ کیوں نہ لے کر گئے وہ آخری بار تو اپنے نانا کو جی بھر کر دیکھ لیتی، لیکن پھر اس نے خود کو سمجھا لیا۔ نانی جان کے انتقال پر جب وہ ٹوٹ کر روئی تو نانا جی کی مہربان باہیں اسے سمیٹنے کو موجود تھیں، لیکن واقعی اب وہ اس گھر جا کر کیا کرتی۔ نانا، نانی کے بغیر اس گھر میں ایک رات بھی گزارنے کا تصور ہی سوہان روح تھا۔ صدمہ تازہ ہوتا ہے تو ناقابل برداشت لگتا ہے۔ ابا کا فیصلہ درست تھا۔ نانا جی کے گھر جا کر ان کی جدائی کا صدمہ سہنا اس کے دل کے لیے ناقابل برداشت ہوتا۔ اب تو وقت گزرنے کے ساتھ صبر بھی آجاتا تھا اور دل پر لگے زخموں پر کھرنڈ بھی۔ پڑھائی اس کے غم کی شدت کو کم کرنے میں بہت معاون ثابت ہوئی اب اسے اپنے نانا جی کا خواب سچ کر دکھانا تھا۔ اسے ڈاکٹر بننا تھا۔ میٹرک میں شاندار رزلٹ کے بعد ابا نے شہر کے مشہور تعلیمی ادارے میں اس کا ایڈمیشن کروا دیا۔

ایف ایس سی کے دو سال محنت اور شدید محنت کے سال تھے۔ نتیجہ حسب توقع تھا نمبر اتنے شاندار آئے تھے کہ کسی بھی میڈیکل کالج میں با آسانی داخلہ مل سکتا تھا۔

جب اس کا میڈیکل کالج میں ایڈمیشن ہو گیا تو زندگی میں پہلی بار اس نے ابا کو اتنا خوش دیکھا۔ اس کی پیشانی چوم کر انہوں نے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا تھا۔ نورین، شانزے اور عون بھی اس کی کامیابی پر بہت خوش تھے۔ خوشی کے اس موقع پر اس کی آنکھیں اپنے نانا، نانی کو یاد کر کے نہ بھیگتیں یہ کب ممکن تھا۔ ہاں نانا، نانی کی یاد کے ساتھ ایک اور ہستی کی یاد شدت سے حملہ آور ہوتی۔ وہ اس کی ذات سے جڑا وہ خوب صورت حوالہ تھا جو اس کے نانا، نانی کی خواہش پر اس کی زندگی سے منسلک کیا گیا تھا۔ پتا نہیں ہمایوں کیسا ہو گا۔ اس کا تعلیمی سلسلہ کہاں تک پہنچا ہو گا۔ حالات اس کے لیے سازگار ہوئے ہوں گے یا وہ اب بھی تائی، چچی اور کزنز کے ناروا رویوں کا شکار ہوتا ہو گا وہ اس کے بارے میں سوچنے لگتی تو سوچے ہی جاتی۔ کبھی کبھار دل کرتا کہ وہ نانا جی کے گھر کے ایڈریس پر ہمایوں کو خط لکھ کر اس کا حال احوال دریافت کرے وہ گھر اب آصف ماموں کی ملکیت تھا اگر ہمایوں آصف ماموں کی فیملی کے بجائے واصف ماموں کی فیملی کے ساتھ رہائش پذیر ہو گا تب بھی اس کا وہاں آنا جانا تو ہو گا ہی۔ اس کے نام کا خط اس تک پہنچ ہی جانا تھا، لیکن پھر فطری شرم اور جھجک آڑے آجاتی۔

بچپن بیت چکا تھا صرف ایسا خط جس میں صرف ہمایوں کا حال، احوال ہی دریافت کیا ہوتا وہ بھیجنا بھی "بولڈنیس" کے زمرے میں آسکتا تھا۔ جانے ہمایوں سے پہلے کون وہ خط کھول کر پڑھ لیتا۔ افشین جیسی نے تو ہمایوں کو چھیڑ چھیڑ کر عاجز ہی کر دینا تھا اور ہمایوں خود پتا نہیں اسے بھی عائزہ کی یہ جسارت پسند آتی یا ناگوار گزرتی۔ بچپن کا بہت اچھا دوست محض اس سے جڑے نئے رشتے کی وجہ سے ناقابل رسائی ہو گیا تھا۔ وہ اس کے متعلق کچھ نہ بھی جان سکتی تھی پھر بھی یہ تو اسے علم تھا کہ مناسب وقت آنے پر اسے ہمایوں کی زندگی کا حصہ بننا ہے وہ وقت آنے تک اسے نہ صرف اپنے لیے بلکہ ہمایوں کی کامیابیوں اور کامرانیوں کے لیے دعاگو رہنا تھا اور یہ کام وہ بہت مستقل مزاجی سے کرتی رہی تھی۔ میڈیکل کی مشکل پڑھائی کے دوران جب وہ تھکنے لگتی تو ہمایوں کا تصور اس کے لبوں پر دھیمی سی مسکان اور اعصاب کو ریلیکس کرنے کا باعث بنتا۔ اس کی سہیلیاں اسے ہمایوں کا نام لے کر چھیڑتی تھیں اور وہ بری طرح جھینپ جاتی۔ کم عمری میں جڑا یہ رشتہ وقت گزرنے کے ساتھ مزید گہرا اور پیارا لگنے لگا تھا۔

جب وہ میڈیکل کے تھرڈ ایر میں تھی تو اس کی ایک کلاس فیلو اپنے بھائی کا رشتہ لیے اپنی ماں کے ساتھ ان کے گھر آگئی۔ عائزہ کی اس سے دوستی تک نہ تھی ورنہ شاید وہ عائزہ کی بچپن کی منگنی سے واقف ہوتی عائزہ کی خوب صورتی کی وجہ سے اس کی کلاس فیلو اسے اپنی بھابھی بنانا چاہ رہی تھی۔ نورین نے بہت شائستگی سے ان لوگوں سے معذرت کر لی تھی۔

"دراصل عائزہ کا رشتہ بہت پہلے اس کی مرحومہ نانی نے اپنی بہن کے پوتے سے طے کر دیا تھا۔" نورین نے مسکراتے ہوئے انہیں آگاہ کیا وہ لوگ مایوس واپس لوٹے تھے۔ رات کو جب نورین نے عثمان سے اس بات کا ذکر کیا تھا تو وہ کچھ دیر کے لیے چپ ہو کر کسی سوچ میں کھو گئے تھے۔

"کیا ہوا آپ کیا سوچنے لگے۔ کیا میں نے کچھ غلط کہا۔" نورین ان کے انداز پر کچھ پریشان سی ہو گئیں۔

"نہیں کہا تو تم نے بالکل صحیح۔ ظاہر ہے میں نے عائزہ کے لیے ہمایوں کی دادی کو زبان دی تھی اگرچہ عائزہ کے نانا، نانی اور ہمایوں کی دادی جن کی ایما پر یہ رشتہ طے ہوا تھا ان بزرگوں میں سے اب کوئی اس دنیا میں موجود نہیں، لیکن میں اپنی زبان پر قائم ہوں۔ پھر بھی سچی بات تو یہ ہے کہ میں مستقبل میں اس رشتے کے قائم رہنے کے بارے میں بہت زیادہ پر یقین نہیں ہوں۔" عثمان صاحب نے اپنی الجھن بیوی سے شیئر کی اور کمرے کے باہر سے کسی کام سے گزرتی عائزہ جو اپنا نام سن کر ویسے ہی رک گئی تھی ابا کی بات سن کر جیسے اس کا دل ڈوب کر رہ گیا۔

"ماموں، ممانی سے میرا تعلق ایسا تھا کہ میں انہیں کسی بات پر انکار کر ہی نہ سکتا تھا اگر وہ دونوں حیات ہوتے تب تو کوئی فکر کی بات ہی نہ تھی، لیکن ان کے بعد تو وہاں سے رابطہ ہی ختم ہو گیا۔ ہمایوں بلاشبہ بہت اچھا، ذہین اور پیارا بچہ تھا، لیکن اب جانے حالات کیا ہوں۔ بن ماں، باپ کا بچہ ہے وہ۔ والدین سر پر ہوتے تو ان سے ملاقات کر کے صورت حال سے باخبر ہوا جا سکتا تھا، میں تو جب بھی اس بارے میں سوچتا ہوں الجھ کر رہ جاتا ہے آخر تنگ آکر سوچنا چھوڑ دیتا ہوں۔"

"آپ دل کی تسلی کے لیے ایک چکر وہاں کا لگائیں۔ ہمایوں کے تایا، چچا آپ کے دور کے کزن بھی تو ہیں ان سے مل کر۔۔۔"

"آصف، واصف تو کب سے سعودیہ مقیم ہیں میرے پاس تو ان کا رابطہ نمبر تک نہیں۔ ان کی بیویاں رہتی ہیں وہاں ان سے جا کر کیا بات کروں میں۔۔۔" عثمان نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

"چلیں جب مناسب وقت آئے گا تب میں آپ کے ساتھ چلی چلوں گی۔ ابھی تو عائزہ کی پڑھائی چل رہی ہے۔ اتنی ٹف پڑھائی ہے میڈیکل کی درمیان میں یہ قصہ چھیڑا گیا تو ڈسٹرب ہو کر رہ جائے گی۔" نورین نے عثمان کو رسانیت سے مخاطب کیا۔ عثمان صاحب نے تائیدی انداز میں ہنکارا بھرا تھا۔ انہیں کب علم تھا کہ عائزہ ان کی باتیں نہ صرف سن چکی ہے

بلکہ بہت زیادہ ڈسٹرب بھی ہو چکی ہے۔ ابا کی باتوں کی صداقت سے انکار ممکن نہ تھا۔ پتا نہیں کاتب تقدیر نے اس کا اور ہمایوں کا ساتھ لکھ بھی رکھا تھا یا نہیں۔ اس نے بہت یاسیت سے سوچا لیکن پھر معاملہ اللہ کے سپرد کرکے وہ پھر سے اپنی پڑھائی کی طرف متوجہ ہو گئی۔

جب وہ میڈیکل کے فائنل ایر میں تھی تو اس کا ایک اور رشتہ آیا تھا۔ شہریار ابا کے کسی دوست کا بھانجا تھا۔ وہ بھی ڈاکٹر تھا اور اس کی خواہش تھی کہ لائف پارٹنر بھی اسی پیشے سے وابستہ ہو "کافی ہینڈسم لڑکا تھا۔ فیملی بھی پڑھی لکھی اور رکھ رکھاؤ والی تھی۔ عائزہ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب شہریار کے گھر والوں کو صاف انکار کے بجائے سوچنے کی مہلت مانگی گئی۔

"آپ لوگوں نے انہیں بتایا کیوں نہیں کہ میری نسبت طے ہوئے برسوں بیت گئے ہیں۔" عائزہ نے صدمے سے چور لہجے میں نورین کو مخاطب کیا۔

"تم نے درست کہا عائزہ۔ اس بات کو کئی برس بیت چکے ہیں۔ اور اتنے برسوں میں ہمایوں کی طرف سے اس بات کی کبھی تجدید نہیں کی گئی ہے۔ پتا نہیں وہ برسوں پرانا یہ تعلق نبھانے کے موڈ میں ہے بھی یا نہیں۔" نورین نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ عائزہ ایک لمحے کو چپ ہو گئی۔

"دیکھو عائزہ تمہاری پڑھائی کا سلسلہ مکمل ہونے والا ہے کچھ دنوں بعد تمہارے پیپرز ہو جائیں گے پھر ہاؤس جاب کا مرحلہ باقی رہ جائے گا' لیکن تم خود سوچو ہمایوں جو تم سے عمر میں چند برس بڑا ہی ہوگا کیا وہ اب تک عملی زندگی میں سیٹ نہیں ہو گیا ہو گا۔ آج تک اس کی طرف سے کوئی رابطہ نہیں کیا گیا اس کا اور تمہارا باقاعدہ نکاح تھوڑی ہوا تھا بلکہ ضابطہ منگنی کی رسم تک نہیں ہوئی تھی محض ان بزرگوں کی خواہش پر تمہارے ابا نے ہاں کر دی تھی۔"

"اور بزرگوں کے دنیا سے گزر جانے کے بعد ابا اپنی بات سے پیچھے ہٹ گئے۔" عائزہ تلخ ہوئی نورین نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اب انہیں عائزہ کو بتانا ہی پڑا۔

"تمہارے ابا چند ماہ پہلے وہاں گئے تھے۔ ہمایوں سے ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے نادرن ایریاز گیا ہوا تھا' لیکن تمہارے ابا اس کی تائی کو اپنا ایڈریس اور فون نمبر دے کر آئے تھے کہ جب ہمایوں آئے تو وہ تمہارے ابا سے رابطہ کرے اس بات کو مہینوں گزر چکے ہمایوں کی جانب سے رابطے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے کیا یہ اس بات کا اشارہ نہیں کہ وہ ماضی میں جڑے اس رشتے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔"

"پلیز ایسا نہ کہیں۔" عائزہ کے آنسو اس کے گال بھگونے لگے' یہ رشتہ وقت گزرنے کے ساتھ اس کی زندگی کی سب سے خوبصورت سچائی بن کر مزید مضبوط اور مستحکم ہوا تھا وہ کیسے تسلیم کر سکتی تھی کہ جن جذبوں نے اتنے عرصے سے اسے اپنا اسیر کر رکھا تھا ہمایوں کے لیے وہ بالکل بے معنی تھے۔

"ہم بھی تمہارے ایگزامز کی وجہ سے ہم تمہارے سامنے یہ ذکر نہیں چھیڑنا چاہ رہے تھے۔ اگر شہریار کا پرپوزل نہ آتا تو شاید میں اب بھی تمہیں یہ بات نہ بتاتی۔"

"پلیز آپ ابا سے کہیں کہ فی الحال میری شادی کا ذکر نہ چھیڑیں۔ نہ ڈاکٹر شہریار نہ ہی کوئی دوسرا فی الحال مجھے اپنی اسٹڈیز پر دھیان دینے دیں۔ میری پانچ سال کی محنت کو بے ثمر مت ہونے دیں۔" اس نے اس بار ہمایوں کے بجائے اپنی پڑھائی کو جواز بناتے ہوئے شادی کا ذکر ٹالنا چاہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم ٹینشن مت لو میں تمہارے ابا کو سمجھا دوں گی۔" نورین نے اسے ریلیکس کرنا چاہا اور پھر واقعی اس کے ایگزامز تک دوبارہ یہ موضوع نہیں چھیڑا گیا امتحانوں کے بعد ڈاکٹر شہریار کی فیملی پھر آن موجود ہوئی تھی۔ وہ لوگ باقاعدہ منگنی کی رسم کرنا چاہ رہے تھے۔

"ہم بھی ہم لوگوں کی طرف سے انہیں ہاں کی نہیں گئی تو وہ کیسے منگنی کی رسم کرنا چاہ رہے ہیں۔" عائزہ ان کے مطالبے پر بھونچکی ہی تو رہ گئی تھی۔

"تمہارے ابا کو لڑکا بہت پسند ہے۔" نورین نے نگاہیں چراتے ہوئے بتایا تھا۔

"ابا نے انہیں ہاں تو نہیں کر دی؟" عائزہ نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "دیکھو عائزہ سچ تو یہ ہے کہ تمہارے ابا بس ہاں کرنے ہی والے ہیں۔" نورین نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ عائزہ چند لمحوں تک انہیں خاموشی سے تکتی رہی پھر اس نے سر نیچے جھکا لیا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئی تھیں۔ نورین اس کے آنسو دیکھ کر بے چین سی ہو گئی تھیں۔

"میں تمہارے لیے ضرور کچھ کرتی عائزہ اگر میرے بس میں ہوتا۔" وہ ہولے سے بولی تھیں عائزہ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"کیا آپ میرے ساتھ نانا جی کے گھر جا سکتی ہیں؟" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے بہت آس سے نورین سے پوچھا تھا۔ اس بار چپ ہو جانے کی باری نورین کی تھی۔

"میں جانتی ہوں میرا وہاں جانا ابا کو مناسب نہیں لگے گا لیکن میں ایک بار..." عائزہ نے بے بسی سے لب کچلتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ مگر اگلے ہی پل اسے کچھ یاد آیا تھا۔ وہ تیزی سے رائٹنگ ٹیبل کی طرف مڑی اور کتابوں کو الٹ پلٹ کرنے لگی۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہو؟" نورین نے حیرانی سے پوچھا۔ اتنے میں عائزہ کو اس کی مطلوبہ چیز مل گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک شادی کارڈ تھا۔

"میری کلاس فیلو سحرش کی شادی کا کارڈ ہے۔ اس نے سب ہی دوستوں کو شادی پر انوائیٹ کیا تھا لیکن تقریباً سب نے اسے پہلے ہی گفٹ دے کر شادی پر جانے سے معذرت کر لی۔ آپ تو جانتی ہیں نا کہ سحرش ہاسٹل میں رہتی تھی اس کا گھر ساہیوال میں ہے۔" عائزہ نے نورین کو مخاطب کیا۔

"ہاں مجھے علم ہے وہ اتنی بار تو ہمارے گھر آ چکی ہے۔ اچھی سلجھی ہوئی اور مہذب لڑکی ہے۔" نورین نے کہا تھا۔

"ساہیوال سے اوکاڑہ زیادہ دور تو نہیں۔ آپ ابا سے بات کریں اگر وہ مجھے اس کی شادی میں شریک ہونے دیں تو..." عائزہ نے پھر بات ادھوری چھوڑ کر بہت آس سے نورین کو دیکھا۔ نورین چند لمحوں تک کچھ سوچتی رہیں۔

"تمہارے ابا اتنی دور تمہیں اکیلے نہیں جانے دیں گے۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔" انہوں نے ایک لمبا سانس کھینچتے ہوئے سنجیدگی سے عائزہ کو مخاطب کیا۔ عائزہ کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا تھا۔

"تھینک یو... تھینک یو سو مچ امی۔" وہ بے ساختہ ان سے لپٹ گئی تھی نورین نے مسکراتے ہوئے اس کا سر تھپتھپایا تھا۔ اس کی زبان سے امی سن کر انہیں بہت خوشی ہوئی تھی۔ پتا نہیں انہوں نے ابا سے صرف سحرش کی شادی کا ذکر کیا تھا یا ابا کو عائزہ کے اصل ارادے کے متعلق بھی بتا دیا تھا۔ بہرکیف ابا نے عائزہ سے اس موضوع پر کوئی بات نہ کی تھی۔ دو دن کے لیے شازیہ کو گھر کا چارج دے کر اور ڈھیروں نصیحتیں کرنے کے بعد نورین اور عائزہ ساہیوال کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔ سحرش کے لیے اس کی آمد اتنی غیر متوقع تھی کہ وہ خوشگوار حیرت سے دوچار ہو گئی۔

"شکر ہے میری کسی دوست نے تو وفا نبھائی۔ میرے گھر والے تو مجھے طعنہ دے رہے تھے کہ اتنے سال وہاں گزار کر آئی ہو اور تمہاری خاطر کوئی ایک شخص بھی اتنا سفر کرکے شادی میں شریک ہونے کا روادار نہیں۔ سچ عائزہ میں بتا نہیں سکتی میں تمہیں دیکھ کر کتنی خوش ہوں۔" سحرش اس کے ہاتھ تھام کر اپنی بے پایاں خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ عائزہ جی ہی جی میں شرمندہ بھی ہوئی اگر سحرش کو علم ہو جاتا کہ اس کے آنے کا اصل مقصد کیا ہے تو عائزہ کے بارے میں اس کی خوش گمانی پل بھر میں رخصت ہو جاتی مگر خیر ایسا کوئی چانس ہی نہیں تھا۔ نورین اور عائزہ کو شادی والے گھر میں وی آئی پی پروٹوکول ملا تھا اور جب سحرش کی رخصتی کے بعد عائزہ نے سحرش کی امی کو بتایا کہ وہ اوکاڑہ میں اپنے مرحوم نانا کا گھر دیکھنے کی غرض سے اوکاڑہ جا رہی ہے تو سحرش کی والدہ نے گاڑی اور

ڈرائیور ان کے ہمراہ کردیا تھا۔ گزشتہ چند برسوں میں شہر کے نقشے میں خاطر خواہ تبدیلی آئی تھی مگر عائزہ کو نانا جی کے گھر پہنچنے میں کسی دقت کا سامنا نہیں ہوا تھا یہ راستے تو اس کے دل پر نقش تھے وہ انہیں کیسے بھول سکتی تھی۔

گاڑی نانا جی کے گھر کے عین سامنے جارکی۔ ڈرائیور نے گردن موڑ کر عائزہ سے تصدیق چاہی کہ کیا وہ گاڑی اس کے بتائے گئے ایڈریس کے مطابق مطلوبہ جگہ پر لے آیا ہے مگر عائزہ کی آنکھیں پانیوں سے لبریز تھیں اور اس کا وجود ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔ وہ بھول گئی کہ وہ یہاں کس مقصد کے تحت آئی ہے اسے یاد رہا تو بس یہ کہ وہ اس وقت اپنے نانا جی کے گھر کے سامنے موجود ہے مگر گھر کے اندر کھلی بانہوں سے استقبال کرنے والے نانا' نانی نہیں ہوں گے وہ آخری بار نانی جان کے انتقال پر ابا کے ساتھ یہاں آئی تھی اور نانا جی' اس کے پیارے نانا جی ان کا تو وہ آخری دیدار بھی نہ کرپائی تھی۔ ڈاکٹر عائزہ عثمان اس وقت تیرہ' چودہ سالہ عائزہ بن گئی تھی جس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش نانا' نانی کے گھر جانا اور سب سے بڑی خوشی ان سے چمٹ لپٹ کر ان کا شفیق لمس محسوس کرنا ہوتی تھی مگر اس کے پیارے نانا' نانی تو اس شہر میں منوں مٹی کی چادر اوڑھے جانے کب کے سوچکے تھے کیا انہیں پتا چلا ہوگا کہ آج ان کی عائزہ ان کے گھر کے عین سامنے موجود ہے وہ سوچے جارہی تھی اور روئے جارہی تھی۔

"اترو عائزہ۔" نورین نے ہولے سے اس کا ہاتھ تھپتھپایا تھا وہ جان چکی تھیں کہ منزل مقصود یہی ہے۔ عائزہ کو بھی جیسے ہوش سا آیا۔ ٹشو سے آنکھیں ناک رگڑتی اپنا چھوٹا سا سفری بیگ اور ہینڈ بیگ لے کر وہ نورین کے ساتھ نیچے اتری تھی۔

"اگر آپ لوگوں کو یہاں زیادہ دیر نہیں رکنا تو میں آپ لوگوں کا انتظار کرلیتا ہوں۔ واپسی کے لیے آپ کو بس میں بٹھادوں گا۔" ڈرائیور نے مودبانہ لہجے میں انہیں مخاطب کیا۔

"نہیں شکریہ آپ چلے جائیں۔ ہمیں یہاں دیر لگ سکتی ہے۔" عائزہ نے رسانیت سے جواب دیا تھا۔ ڈرائیور نے گردن ہلاتے ہوئے پھر سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی "ایک منٹ پلیز۔" عائزہ نے اسے مخاطب کیا پھر ہینڈ بیگ میں ہاتھ ڈال کر کچھ رقم باہر نکالی تھی۔

"یہ میرے نانا جی کا گھر ہے۔" اس نے لکڑی کے پھاٹک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈرائیور کو مخاطب کیا تھا۔

"اگر میرے نانا جی حیات ہوتے تو آپ کو چائے پلائے بغیر بلکہ کھانا کھلائے بغیر نہ جانے دیتے وہ بہت مہمان نواز شخص تھے لیکن اس گھر کے موجودہ مکین اس معاملے میں کیسے ہوں گے مجھے قطعاً" علم نہیں۔ آپ یہ پیسے رکھ لیجیے اور راستے میں میری طرف سے کسی اچھے سے ہوٹل میں اچھی سی چائے پی لیجیے گا۔ عائزہ نے بوڑھے ڈرائیور کو رقم تھمانا چاہی۔ نورین کو بے ساختہ اس کے نانا یاد آئے وہ واقعی وفادار نانا کی وفادار نواسی تھی۔

"ارے بیٹا میں تھوڑی دیر میں واپس پہنچ بھی جاؤں گا یہ تو میری ڈیوٹی تھی اور مجھے اس ڈیوٹی کی تنخواہ ملتی ہے۔" ڈرائیور نے انکار کرنا چاہا تھا۔

"رکھ لیجیے بابا یہ میری خوشی ہے۔" عائزہ نے اسے زبردستی پیسے تھمائے تھے وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا تھا۔ عائزہ نورین کی معیت میں گھر کی طرف بڑھی اتنے میں ہی کوئی اور گھر سے باہر نکلا تھا انہیں دستک دینے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ باہر آنے والی نوشین تھی جو عائزہ اور نورین کو گھر کے باہر کھڑا دیکھ کر ٹھٹکی تھی۔

"جی فرمائیے کس سے ملنا ہے آپ کو۔" وہ یقیناً ان دونوں کو نہ پہچان پائی تھی نورین کو تو وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی ہاں عائزہ اس کے لیے اجنبی نہ تھی مگر عائزہ کو دیکھے ہوئے بھی اتنے برس بیت چکے تھے اور اب تو اس کا رنگ روپ ہی نرالا تھا۔ نوشین نے انہیں مخاطب تو کرلیا تھا مگر اس کی نگاہیں عائزہ کے چہرے کا طواف کررہی تھیں اور جب عائزہ نے السلام علیکم نوشین آپی

کہہ کر سلام کیا تو نوشین کو اپنے اندازے کی درستگی کا یقین ہوگیا۔

"عائزہ تم یہاں کیسے۔" اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں اور امی ساہیوال آئے تھے میری سہیلی کی شادی تھی۔ وہاں تک آگئے تو سوچا کہ نانا جی کا گھر دیکھتے ہوئے اور آپ لوگوں سے ملتے چلیں۔"

"ہاں ہاں بہت اچھا کیا۔" نوشین نے خوشدلی سے کہا پھر نورین کو بھی سلام کیا تھا۔ "آئیں اندر چلتے ہیں" وہ انہیں لے کر گھر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھی عائزہ کی پیاسی نگاہیں گھر کے درودیوار سے لپٹ گئی تھیں۔ گھر کے نقشے میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی لیکن سازوسامان کی تبدیلی سے ہی گھر کچھ پرایا پرایا سا لگ رہا تھا۔ نوشین نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا۔

"میں افشین اور امی کو بلاتی ہوں۔" وہ کہتی ہوئی ڈرائینگ روم سے باہر نکل گئی۔

"نانا جی یہاں اپنے اسٹوڈنٹس کو پڑھاتے تھے۔" اس نے نورین کو بتایا تھا۔ نورین نے سرہلادیا وہ جانتی تھیں کہ عائزہ اس وقت پرانی یادوں میں کھوئی ہوئی ہے اس کا لہجہ بھرایا ہوا تھا اور آنکھوں کا فرش بھی مسلسل گیلا ہوئے جارہا تھا۔

زندگی میں آپ کا کوئی بہت پیارا آپ سے بچھڑ جائے تو وقت گزرنے کے ساتھ صبر آہی جاتا ہے لیکن کبھی زندگی میں ایسا مقام آتا ہے کہ زخموں پر جمے کھرنڈ یکلخت اتر جاتے ہیں اور زخم بالکل تازہ ہوجاتے ہیں یہی حال اس وقت عائزہ کا ہورہا تھا۔ بچھڑے نانا' نانی کی یاد بہت شدت سے حملہ آور ہورہی تھی۔ وہ ٹشو سے آنکھیں رگڑتی اور چند سیکنڈوں میں آنکھیں پھر سے پانی سے بھرجاتیں۔ اتنے میں ہی شمسہ ممانی اور افشین ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے ان کے پیچھے نوشین آپی تھیں۔ ملنے' ملانے کا مرحلہ طے ہوا۔ سب لوگ نشستیں سنبھال کر بیٹھ گئے تو چند لمحوں کے لیے ڈرائینگ روم میں خاموشی کا راج ہوگیا۔

"سنا ہے ڈاکٹر بن گئی ہو۔" شمسہ ممانی نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"بس ہاؤس جاب کا مرحلہ رہ گیا ہے ابھی فائنل ایر کے پیپرز دے کر فارغ ہوئی ہے۔" عائزہ کے بجائے نورین نے جواب دیا ان کے لہجے میں انجانا سا فخر چھپا تھا۔

"اچھا۔۔۔ اچھا ماشاءاللہ۔" شمسہ ممانی نے کہا تھا۔

"تم کیا کررہی ہو افشین۔" عائزہ نے قدرے مسکرا کر افشین کو دیکھا۔ وہ اس کی ہم عمر تھی۔ ڈرائینگ روم میں موجود اس کی ماں' بہن کی نسبت عائزہ کی ماضی میں اس سے بے تکلفی تھی سو اسی سے گفتگو کا آغاز کیا۔

"آپی کی شادی کے بعد گھر ہی سنبھال رکھا ہے۔ امی کے جوڑوں میں درد رہتا ہے ان سے کہاں گھر کے کام ہوتے ہیں۔" افشین نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ وہ پہلے کی نسبت کافی کمزور ہوگئی تھی۔ چہرے پر عینک کا بھی اضافہ ہوگیا تھا شاید وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑی دکھائی دے رہی تھی۔

"نوشین آپی کا سسرال کہاں ہے۔" عائزہ نے پوچھا تھا۔

"اے لو سسرال کہاں ہونا۔ عادل سے ہوئی ہے نوشین کی شادی جو ہمارا اپنا گھر تھا وہ اب اس کا سسرال ہے۔" شمسہ ممانی نے ہنس کر جواب دیا۔ عادل واصف ماموں کا بڑا بیٹا تھا۔ عائزہ نے سرہلادیا۔

"اور باسط بھائی کیا ان کی بھی شادی ہوگئی۔" عائزہ نے عادل کے چھوٹے بھائی کی بابت دریافت کیا۔

"باسط کو کون اپنی بیٹی دینے لگا۔" شمسہ ممانی کے لہجے میں حقارت در آئی تھی۔ "لوگوں کے موبائل اور موٹر سائیکل چھیننے کے جرم میں دو سال قید کاٹ کر ابھی رہا ہوا ہے اس کم بخت کی وجہ سے تو ہمارے خاندان کے نام پر بٹا لگ گیا۔" ان کے لہجے میں حقارت سمٹ آئی تھی۔ عائزہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوگئی۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ آگے کیا کہے۔

"بڑی ممانی' وہ ٹھیک ہیں؟" اس نے شمسہ ممانی

سے ان کی بہن اور واصف ماموں کی بیوی کے بارے میں دریافت کیا۔

"نہیں کیا ہونا ہے۔ بھلی چنگی ہیں۔" اس بار جواب نوشین کی طرف سے آیا تھا۔ ساس کے لیے اس کے لہجے میں موجود بے زاری ڈھکی چھپی نہ تھی۔

"اے افشین یہاں بیٹھی کیا کررہی ہے چائے پانی کا انتظام کر۔" شمسہ ممانی کو اچانک آداب میزبانی نبھانے کا خیال آیا تھا۔ افشین چپ چاپ اٹھ کر باہر چلی گئی تھی۔ عائزہ کو نانا جی کے اس کشادہ سے گھر میں عجیب گھٹن کا سا احساس ہورہا تھا۔ سب کا حال احوال دریافت کرلیا تھا کرنے کو اب کیا بات باقی رہ گئی تھی۔ وہ دل میں سوچ رہی تھی جب ہی نورین نے شمسہ کو مخاطب کیا۔

"ہمایوں کہاں رہتا ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ یا واصف بھائی کے گھر۔" ان کے سوال پر شمسہ اور نوشین نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"ہمایوں کی جاب تو لاہور ہے وہ تو کب کا لاہور چلا گیا۔ پہلے یہیں امی وغیرہ کے ساتھ رہتا تھا۔" نوشین کی طرف سے جواب آیا تھا۔

"بس بہن کیا پوچھتی ہو اس لڑکے کی توتا چشمی اور خود غرضی کو کیا نام دیں۔ اللہ نے ہمیں تو کوئی بیٹا دیا نہیں تھا مرحوم جیٹھ کے بیٹے کو بیٹا سمجھ کر پالا پوسا، پڑھا لکھا کر اس قابل کیا ماشاء اللہ اتنا قابل انجینئر ہے اچھی اچھی نوکری بھی لگ گئی سوچا تھا بڑھاپے میں بیٹا بن کر خیال رکھے گا مگر نہ جی اس نے تو نوکری لگنے کے ساتھ ہی آنکھیں پھیر لیں۔ لاہور میں ہی مستقل رہائش رکھ لی۔ اپنے باس کی بیٹی سے منگنی کرلی بلکہ ہوسکتا ہے اب تک تو شادی بھی کرڈالی ہو ہمیں کون سا اس نے شادی پر بلوانا تھا چلو خیر ہر کسی کا اپنا ظرف ہماری تو بس یہی دعا ہے کہ جہاں رہے خوش رہے۔"

شمسہ ممانی نے بات کے اختتام پر اسے دعا بھی دے ڈالی۔ عائزہ کو لگا کوئی بھاری ٹرین اس کے وجود کے پرخچے اڑاتی گزر گئی ہے۔ شمسہ کن انکھیوں سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہی تھیں۔

"اے نوشین ذرا تصویریں تو لاکر دکھا ہمایوں کی منگیتر کی۔ منگنی میں تو بہن اس نے ہمیں بلوایا نہیں ہاں تصویریں بھجوائی تھیں ہمیں شاید خیال ہوگا کہ تصویریں دیکھ کر ہم جل جائیں گے مگر ہم تو بھئی دوسروں کی خوشی میں خوش ہونے والے لوگ ہیں۔" شمسہ اپنی تعریفیں آپ کیے جارہی تھیں۔ نوشین ماں کے حکم کی پیروی کرنے کو اٹھی اور چند لمحوں بعد دو تین تصویریں نورین کو تھمادی تھیں۔ نورین نے اچٹتی ہوئی نگاہ تصویر پر ڈالی۔ وہ بہت خوبصورت لڑکی تھی جو ہار سنگھار کیے کیمرے کو دیکھ کر مسکرارہی تھی۔ تینوں تصویروں میں اس کے مختلف پوز تھے۔ نورین نے تصویریں دیکھ کر عائزہ کو پکڑادی تھیں۔ عائزہ نے اچٹتی ہوئی نگاہ تصویروں پر ڈالی اور نوشین کو واپس کردیں۔

"عثمان بھائی آئے تھے وہ بھی ہمایوں کے بارے میں استفسار کررہے تھے میں نے تو انہیں بھی بتادیا تھا کہ ہمایوں کا ارادہ لاہور شادی کرنے کا ہے۔ اپنا فون نمبر دے کر گئے تھے کہ ہمایوں سے کہیے گا رابطہ کرے۔ ہم نے تو بھئی ان کے کہنے کے مطابق ہمایوں کو فون نمبر دے دیا تھا لیکن جانتے ہیں کہاں رابطہ کیا ہوگا اس نے۔" شمسہ ممانی بولے جارہی تھیں۔ خفت سے عائزہ کا برا حال ہورہا تھا کیا سوچ رہی ہوں گی شمسہ ممانی کہ وہ لوگ ہمایوں کی خاطر اتنی دور سفر کرکے آئے وہ ہمایوں جو بچپن کی نسبت کو آسانی سے توڑتے ہوئے نئی دنیا بسانے جارہا تھا۔

"ہمایوں، اتنی ارزاں تو نہیں تھی عائزہ کی ذات۔" عائزہ نے دل ہی دل میں اسے پکارا۔ احساس توہین سے اس کا رواں رواں سلگ رہا تھا شمسہ اور نوشین بغور اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھیں اور عائزہ کو بھی اپنے چہرے پر جمی ان کی نگاہوں کا احساس ہوگیا تھا۔ وہ اپنی ذات کا مزید تماشا نہیں لگانا چاہتی تھی سو بروقت خود کو سنبھالا تھا اور چہرے پر بشاشت طاری کرنے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔

"میں چاہتی تھی شادی سے پہلے ایک بار نانا جی کے گھر کا چکر لگا آؤں۔ بس اسی لیے امی کو ساتھ لیے یہاں آگئی۔ ویسے تو ڈاکٹر شہریار اچھے مزاج اور عادتوں کے مالک ہیں لیکن اگر میں ان کے ساتھ یہاں آنے کی خواہش ظاہر کرتی تو پتا نہیں وہ مجھے ساتھ لے کر یہاں آتے یا میری خواہش کو بچکانہ کہہ کر رد کردیتے۔ بس اسی لیے میں نے سوچا شادی سے پہلے ہی نانا جی کے گھر کو آخری بار دیکھ آؤں۔" عائزہ نے یہ بات کرکے نورین کو تو حیران کیا ہی تھا نوشین اور شمسہ بھی اس کی بات سن کر حیرت سے اس کی شکل دیکھ رہی تھیں۔

"اچھا ماشاء اللہ خیر سے تمہاری بات طے ہوگئی ہے۔" شمسہ نے اپنی حیرانی پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"جی ممانی۔ میاں بیوی کا تعلق ایک پروفیشن سے ہو تو زندگی میں آسانی ہوجاتی ہے اسی لیے میں نے لائف پارٹنر کے طور پر ایک ڈاکٹر کو ہی منتخب کیا۔" وہ اب متوازن لہجے میں ان سے مخاطب تھی نورین کا دل دکھ سے بھر گیا عائزہ کے دل و دماغ پر اس وقت کیا بیت رہی ہوگی ان سے بہتر کون جان سکتا تھا، وہ محبت کا جوا ہار چکی تھی مگر اپنی انا اور عزت نفس کو بچانے کی کوشش کررہی تھی۔

"یہ تم نے ٹھیک کہا میاں بیوی کا تعلق ایک پروفیشن سے ہو تو زندگی اچھی گزرتی ہے۔" نوشین نے سرہلاتے ہوئے اس کی بات کی تائید کی اتنے میں افشین چائے اور اسنیکس لے کر آگئی تھی۔

"عائزہ کی بات کسی ڈاکٹر سے پکی ہوگئی ہے۔" نوشین نے افشین کو مخاطب کیا تھا اور جانے عائزہ کو کیوں اس کا لہجہ کچھ جتاتا ہوا سا لگا افشین نے حیرت سے سر اٹھا کر عائزہ کو دیکھا۔ "کیا واقعی عائزہ۔" وہ ماں بہن کے برعکس یہ خبر سن کر مضطرب ہوئی تھی۔ عائزہ نے دھیرے سے اثبات میں سرہلادیا۔

"بچیاں تو جتنی جلدی اپنے گھربار کی ہوجائیں اتنا ہی اچھا۔" شمسہ ممانی نے نورین کو مخاطب کیا۔ انہوں نے خالی الذہنی کی حالت میں سرہلادیا۔

"تمہاری بات تو تمہارے نانا نانی اور میری دادی کی خواہش پر ہمایوں سے طے ہوگئی تھی پھر تم نے۔" افشین افسوس کے عالم میں کچھ پوچھنا چاہ رہی تھی مگر اس سے پہلے ہی نوشین نے اسے جھڑک دیا۔

"فضول باتیں مت کرو افشین ہر انسان کو اپنی زندگی سے متعلق بہتر فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ ماضی میں بڑوں نے زبانی کچھ طے کر بھی دیا تھا تو وہ بات پتھر کی لکیر تھوڑی تھی۔" نوشین افشین کو شرربار نگاہوں سے گھورتی ہوئی بولی تھی۔

"میرا تو خیال تھا زبان دینے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ وضع دار لوگ کبھی اپنی زبان سے پیچھے نہیں ہٹتے۔" افشین نے طنزیہ انداز اختیار کیا۔ دونوں بہنوں کی گفتگو سے عائزہ کے سر میں درد ہونے لگا تھا۔ دل و دماغ میں پہلے ہی عجیب تلاطم برپا تھا وہ مزید کچھ کہنے کے موڈ میں نہ تھی۔

"میں ذرا گھر گھوم پھر کر دیکھ لوں۔ پھر ہم واپس چلیں گے۔" وہ اپنی نشست سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"شاہدہ خالہ سے ملنے اور اپنی بڑی نانی کا گھر دیکھنے نہیں چلوگی کیا۔" افشین نے عائزہ کو مخاطب کیا۔ نوشین اور شمسہ نے پھر افشین کو گھورا تھا مگر جب عائزہ نے دھیرے سے نفی میں گردن ہلادی تو دونوں کو یک گونہ تسلی ہوئی تھی۔

"نانا جی کی بہت سی کتابیں تھیں کیا وہ اب تک رکھی ہیں۔" عائزہ نے دل و دماغ کو صرف نانا، نانی کی یاد تک محدود رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"اے بیٹا کیا پوچھتی ہو سارا گھر ہی کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ کچھ کو دیمک کھا گئی کچھ ردی میں بیچیں اور تھوڑی بہت کتابیں ہمایوں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ایک الماری اب بھی کتابوں کی بھری پڑی ہے۔ ہمایوں نے ہی بیچنے سے منع کیا تھا کہہ رہا تھا بہت نادر اور قیمتی کتابیں ہیں۔ ہم نے تو بھیا کیا کرنا تھا ان قیمتی کتابوں کا الماری میں بھردیں۔ تم نے لے کر جانی ہیں تو شوق سے لے جاؤ۔" شمسہ ممانی نے اسے مخاطب کیا۔

"میں دیکھ لیتی ہوں۔ کہاں رکھی ہے الماری؟"

"سامنے والے کمرے میں وہی جو تمہارے نانا، نانی

کے سونے کا کمرہ تھا۔" شمسہ ممانی نے بتایا۔ وہ سر ہلاتے ہوئے ڈرائننگ روم سے باہر نکلی تھی۔

"میں بھی اب چلوں امی بچے ٹیوشن پڑھ کر واپس آنے والے ہوں گے۔ شام کے کھانے کی تیاری بھی کرنی ہے اپنی بہن کا تو آپ کا پتا ہے سبزی تک بنانے کی روادار نہیں اور کھانا وقت پر تیار نہ ہو تو شور مچادیتی ہیں کہ شوگر کی مریضہ ہوں بھوکا مارنے کا ارادہ ہے کیا۔" نوشین نے ماں کو مخاطب کیا۔

"ہاں بیٹا ٹھیک ہے جاؤ۔" شمسہ نے سرہلاتے ہوئے کہا۔ نوشین سلام دعا کرکے چلی گئی تھی۔

"یہ سوچ کر بیٹی کو بہن کے گھر بیاہا تھا کہ سدا سکھی رہے گی لیکن سگی خالہ نے ساس بن کر وہ پر پرزے نکالے کہ خدا کی پناہ۔ بس بہن کیا کریں بیٹی والے ہیں ہر ظلم اور زیادتی خاموشی سے سہنی پڑتی ہے۔" نوشین کے جانے کے بعد شمسہ بیگم نے نورین کو مخاطب کیا۔ وہ محض سرہلا کر رہ گئیں جی میں آیا تو سہی کہ کہیں بہن ظلم سہنے والی نہ آپ لگتی ہیں نہ آپ کی بیٹی اتنی سیدھی لگ رہی ہے لیکن خوامخواہ میں یہ بات کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہ تھا۔ سو انہوں نے چپ رہنے پر اکتفا کیا تھا۔

"امی' آپ کا موبائل بج رہا ہے شاید ابو کا فون ہے۔" اتنے میں افشین نے ماں کو آواز دی تھی۔

"ایک منٹ بہن میں فون سن کر آتی ہوں۔ چارجنگ پر لگایا تھا بس ابھی آئی۔" شمسہ بیگم عجلت میں اٹھی تھیں ان کے جاتے ہی افشین کمرے میں آئی تھی۔

"کیا یہ سچ ہے آنٹی کہ عائزہ کی بات کہیں اور طے ہوچکی ہے۔" اس نے چھوٹتے ہی نورین کو مخاطب کیا۔ اس گھر کے مکینوں کا انداز گفتگو اب تک نورین کو حیران کیے دے رہا تھا افشین کے عجلت بھرے انداز پر بھی وہ حیرانی سے اسے تکنے لگی تھیں۔

"پلیز آنٹی سچ بتائیے گا کیا واقعی عثمان ماموں عائزہ کے نانا' نانی اور میری دادی کو دیے گئے قول سے پھر چکے ہیں۔" افشین نے انہیں پھر مخاطب کیا تھا۔

"عائزہ کے ابا ہرگز اپنی بات سے نہیں پھرے ہیں لیکن جب ہمایوں کو بڑوں کی طے کی گئی اس نسبت کا کوئی پاس نہیں تو ہم بھی عائزہ کے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہیں۔ عائزہ کے ابا بہت جلد عائزہ کے مستقبل کے بارے میں حتمی فیصلہ کرنے والے ہیں ابھی تک عائزہ اس بارے میں یکسو نہیں تھی لیکن یقیناً" آج کے بعد اسے بھی اپنے ابا کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" نورین نے افشین کو دوٹوک انداز میں باور کروادیا تھا لیکن انہیں ابھی تک یہ سمجھ نہ آیا تھا کہ یہ لڑکی آخر ان سے یہ بات کیوں کررہی ہے۔

"میں آپ کو کچھ بتانا چاہتی ہوں آنٹی۔ ہوسکتا ہے آپ میری بات سن کر مزید کنفیوز ہوجائیں اور میری بات پر یقین نہ کریں لیکن میں اپنا فرض ادا کررہی ہوں یہ یوں کہہ لیں کہ یہ بات بتانے میں کسی حد تک میری اپنی غرض بھی شامل ہے اگر میں عائزہ کے پاس جاکر اسے کچھ بتانے کی کوشش کروں گی تو امی ٹھنک جائیں گی ان کا عتاب سہنا میرے لیے بہت مشکل ہوگا اسی لیے میں آپ کو بتارہی ہوں۔"

افشین نے دھیرے دھیرے بولنا شروع کیا تھا نورین بے یقینی سے اسے سن رہی تھیں۔

"عائزہ کے مستقبل کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے دوسرے فریق کا موقف بھی جان لیں۔ پلیز جلد بازی میں کوئی فیصلہ مت کیجیے گا۔" افشین نے التجائیہ انداز اختیار کیا تھا نورین کا دماغ واقعی ماؤف ہوچکا تھا وہ ابھی افشین کو کوئی جواب بھی نہ دے پائی تھیں کہ شمسہ بیگم آن موجود ہوئیں۔ افشین کو نورین کے پاس بیٹھا دیکھ کر ٹھٹکی تھیں۔

"تم یہاں بیٹھی کیا کررہی ہو۔ جاؤ کچن میں کھانے دانے کا انتظام کرو۔" انہوں نے بیٹی کو خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا اتنے میں ہی دروازے پر دستک ہوئی تھی اور دستک کے ساتھ ہی باسط گھر میں داخل ہوا تھا۔

"بھابھی" نوشین بھابھی کی صدا لگاتا کمرے میں آیا تو نورین کو بیٹھا دیکھ کر ٹھٹک کر رکا۔

"یہ باسط ہے۔ واصف بھائی کا چھوٹا بیٹا اور نوشین کا دیور۔" شمسہ بیگم نے برا سامنہ بناتے ہوئے نورین سے تعارف کروایا۔

"السلام علیکم" باسط کے لیے وہ یکسر اجنبی شخصیت تھیں مگر پھر بھی ادب سے سلام کیا تھا۔ نورین کو لڑکا معقول لگا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی داڑھی تھی آنکھوں سے بھی شرافت ٹپکتی تھی۔

"امی نے بھابھی کو بلوایا تھا۔ عادل بھائی کا دفتر سے فون آیا تھا کہ دفتر سے واپسی پر ان کے دو دوست بھی ساتھ آئیں گے کھانے کا انتظام کرنا ہے۔" باسط نے اپنے آنے کی وجہ بتائی تھی۔

"نوشین تو کب کی چلی گئی کیا ابھی تک گھر نہیں پہنچی۔" شمسہ بیگم کو تعجب ہوا۔ دو منٹ ہی تو لگنے تھے نوشین کو میکے سے سسرال پہنچنے میں۔

"اچھا پھر تو پہنچ گئی ہوں گی میں دراصل مسجد سے آرہا ہوں۔" باسط نے کہا پھر —— فوراً ہی واپس پلٹ گیا تھا۔

"نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی۔" اس کے جانے کے بعد شمسہ نے ٹھٹھا اڑایا تھا۔

"امی پلیز۔" افشین نے ناگواری سے انہیں دیکھا۔

"تو کیا غلط کہہ رہی ہوں ایک سال کی جیل کاٹ کر آیا اب نمازی پرہیزی بن گیا ہے۔" انہوں نے پھر طنز کیا تھا۔

"باسط سزا بھی کاٹ آیا ہے اور توبہ بھی کرلی ہے آپ پھر بھی اس کی تضحیک کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔" افشین کا رنج سے برا حال تھا۔ نورین عجیب سٹپٹائی ہوئی کیفیت میں بیٹھی تھیں اس گھر کے مکین احساس سے عاری لگتے تھے۔ آپس میں کرنے والی باتیں کتنے مزے سے گھر آئے مہمان کے سامنے کیے جارہے تھے۔ ان سے یہاں بیٹھنا دوبھر ہوگیا تھا عائزہ پتا نہیں کہاں رہ گئی تھی اس سے بیشتر وہ اسے بلاتیں وہ خود ہی آگئی تھی ہاتھ میں دو چار کتابیں تھیں۔

"یہ میں اپنے ساتھ لے کر جارہی ہوں۔" اس نے دھیرے سے شمسہ بیگم کو مخاطب کیا تھا اور کتابیں بیگ میں ڈال کر زپ بند کرلی۔

"چلیں امی۔" اس نے نورین سے پوچھا۔

"چلو بیٹا۔" وہ فوراً" اٹھ گئی تھیں۔

"ارے ایسے کیسے چل دیں۔ کھانا وغیرہ کھاتیں رات یہیں رکتیں۔" شمسہ بیگم کو آداب میزبانی نباہنے کا خیال آیا۔

"شکریہ ممانی ہم ضرور رکتے لیکن شانزے اور عون ہمارے بغیر رہنے کے عادی نہیں ہمیں جلد از جلد گھر پہنچنا ہے۔ شانزے بار بار فون کررہی ہے عون نے اسے تنگ کررکھا ہے۔" بہن بھائی کے متعلق بتاتے ہوئے عائزہ کی آنکھیں محبت سے چمکی تھیں۔

"اللہ تمہاری محبتوں کو قائم رکھے ورنہ سوتیلے رشتوں میں اتنا سلوک کہاں ہوتا ہے۔" شمسہ بیگم کہے بغیر نہ رہ پائی تھیں۔

"رشتوں کو خلوص سے نبھایا جائے بہن تو کوئی سگا' سوتیلا نہیں ہوتا ورنہ بعض اوقات سگے رشتے سوتیلے رشتوں سے زیادہ زیادتی کردیتے ہیں۔" نورین نے ٹھنڈے لہجے میں انہیں مخاطب کیا۔ شمسہ بیگم ان کے انداز پر قدرے چونکیں۔

"اچھا اللہ حافظ۔ قسمت میں دوبارہ ملاقات لکھی ہوئی تو پھر ملیں گے۔" نورین ان سے گلے ملتے ہوئے بولیں۔

"ہاں جی کیوں نہیں۔" شمسہ بیگم خوشدلی سے بولی تھیں عائزہ کو بھی لپٹا کر پیار کیا جاتے سے عائزہ کا دل پہلے سے کہیں زیادہ بوجھل ہورہا تھا۔ گھر سے باہر نکل کر اس نے الوداعی نگاہ نانا جی کے گھر پر ڈالی تھی زندگی میں پہلی بار اس گھر میں اس کی دلجوئی نہیں کی گئی تھی بلکہ وہ کرچیوں کی صورت میں ٹوٹا ہوا دل لے کر یہاں سے رخصت ہورہی تھی۔ نورین اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر اس کے دلی جذبات کا اندازہ لگاسکتی تھیں مگر وہ اسے تسلی دینے کی پوزیشن میں نہ تھیں انہیں ابھی بہت سی گتھیاں سلجھانی تھیں۔ واپسی کے سفر میں دونوں چپ چاپ اپنی اپنی سوچوں میں گم رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"آپ ابا سے کہہ دیجیے گا کہ ڈاکٹر شہریار کے گھر والوں کو ہاں کردیں۔" وہاں سے واپس آنے کے تین چار دن بعد عائزہ نے نورین کو اپنا جواب دے دیا تھا نورین نے اس کی اجڑی ہوئی صورت پر نظر ڈالی۔ اس کے دل میں ہمایوں کی محبت کی جڑیں بہت گہری تھیں اس نے بہت چھوٹی عمر میں اپنے نام کے ساتھ اس کا نام جڑتا سن لیا تھا جب لڑکیاں خواب بننے کی عمر میں پہنچتی ہیں تو اسے اپنے خوابوں کے شہزادے کی تلاش کی کوئی جستجو نہ کرنا پڑی تھی اسے صرف اس شہزادے سے محبت کرنا تھی جو وہ اتنے برسوں سے مستقل کیے چلے جارہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ مناسب وقت آنے پر اسے باقی زندگی اس شہزادے کے سنگ گزارنی ہے یہ تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ شہزادہ اپنے لیے نئی شہزادی کا انتخاب کرتے ہوئے اس شہزادی کو یکسر فراموش کردے گا جس کے دل نے صرف اس کے نام پر دھڑکنا سیکھا تھا۔ دل تو اب بھی ضدی بچے کی طرح مچل مچل کر اسی نام کا الاپ کررہا تھا مگر دماغ دل پر حاوی تھا۔ جب باقی زندگی ایک سمجھوتے کے تحت گزارنی تھی تو باپ کی رضا کے سامنے سر جھکانے میں کیا مضائقہ تھا۔ اس نے اچھی بیٹی ہونے کے ناتے ابا کی پسند پر رضامندی کا اظہار کرڈالا تھا۔

☼ ☼ ☼

مسلسل تیسری بیل پر فون اٹھالیا گیا تھا۔

"السلام علیکم!" گمبھیر مردانہ آواز نے فون ریسیو کرتے ہی سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام کیا یہ نمبر ہمایوں احمد کا ہے، مجھے ان سے بات کرنی ہے۔"

"جی میں ہمایوں احمد ہی بول رہا ہو مگر معاف کیجیے گا میں آپ کی آواز کو نہیں پہچان پایا۔" شائستگی سے پوچھا گیا تھا۔

"آپ زندگی میں پہلی بار مجھ سے مخاطب ہیں میری آواز کو کیسے پہچانیں گے۔ اگر آپ فارغ ہوں تو میں آپ سے اپنا تعارف کروائے دیتی ہوں دراصل مجھے آپ سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں ہمایوں؟"

"جی ضرور کہیے میں سن رہا ہوں۔" ہمایوں کی حیران سے آواز سنائی دی۔ اور اسے ابھی مزید حیران ہونا باقی تھا وہ جیسے جیسے دوسری طرف کی بات سنتا گیا حیرانی بڑھتی چلی گئی تھی۔

"پلیز آپ مجھے اپنا ایڈریس سمجھایئے، میں پہلی فرصت میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔" گفتگو کے اختتام پر ہمایوں بے قراری سے بولا تھا۔

"ضرور کیوں نہیں۔" مطمئن آواز نے اسے ایڈریس لکھوادیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"آج ہمارے ہونے والے داماد ہم سے ملنے آرہے ہیں۔ تم کہوگی تو تم سے بھی ملاقات کروا دوں۔" وہ اسپتال جانے کے لیے تیار ہورہی تھی جب نورین نے قدرے شوخی اور شگفتگی سے اسے مخاطب کیا۔ بالوں میں برش کرتا عائزہ کا ہاتھ یکلخت رکا تھا۔ دل بھی کہیں گہرائیوں میں ڈوب کر ابھرا تھا۔

"میں مل کر کیا کروں گی آپ اور ابا مل لیں کافی ہے۔" ایک لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے سپاٹ انداز میں جواب دیا تھا۔ نورین نے اثبات میں سر ہلادیا۔ وہ کمرے سے نکلیں تو عائزہ بے دم سی ہوکر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

اب جب اس نے ابا کو رضامندی دے ڈالی تھی تو یہ سب مرحلے تو طے ہونے ہی تھے۔ اس نے روتے کرلاتے دل کو ڈپٹ کر سمجھایا لمبی سی گہری سانس اندر کھینچ کر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔ آئینے میں اپنے عکس پر ایک نگاہ ڈالی کیا وہ مطمئن نظر آرہی تھی؟ پھر نگاہ چرا کر وہ اپنا ہینڈ بیگ چیک کرنے لگی۔ اسپتال میں ایک تھکادینے والا اور مصروف دن گزار کر وہ شام ڈھلے گھر لوٹی تھی۔ امید تھی ابا کے مہمان ان سے مل کر رخصت ہوچکے ہوں گے مگر نورین اور شانزے کو کچن میں مصروف دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی تھی۔

"آپ آگئیں آپی۔" شانزے اس پر نظر پڑتے ہی مسکرائی۔ عائزہ مسکرا بھی نہ سکی۔

"مہمان ابھی تک گئے نہیں میرا خیال تھا ابا نے انہیں لنچ پر انوائٹ کیا ہوگا۔" اس نے نورین کو مخاطب کیا۔

"مہمان بہت سے نہیں بس ایک ہی مہمان ہے اور وہ ابھی ذرا دیر پہلے ہی پہنچا ہے۔ چائے ہم سب نے اکٹھے پی ہے اور اب ہم اس کے لیے شاندار ساڈنر تیار کررہے ہیں۔" نورین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا وہ آج بے تحاشا خوش لگ رہی تھیں۔ عائزہ نے ایک شاکی نگاہ ان پر ڈالی اگر وہ اس کی سگی ماں ہوتیں کیا تب بھی وہ بیٹی کے دل کے اجڑنے پر اتنی مطمئن اور مسرور ہوتیں مگر اگلے ہی پل اس نے دل کو ڈپٹا تھا نورین نے تو اپنے طور پر اس کا ساتھ دینے کی ہر ممکن کوشش کی تھی آگے اس کا نصیب۔ وہ دل گرفتگی سے مسکرائی تھی۔ نورین بغور اس کے چہرے کے تاثرات جانچ رہی تھیں۔

"آپی آئی ایم سو ہیپی۔ میرے ہونے والے دولہا بھائی اتنے ڈیشنگ اور اسمارٹ ہیں کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔ سچی میں نے اپنی زندگی میں اتنا ہینڈسم بندہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" شانزے بہت جوش اور خوشی کے عالم میں اسے بتا رہی تھی۔ وہ بدقت مسکرائی تھی۔

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے' میں اپنے کمرے میں جاکر لیٹ رہی ہوں' طبیعت صحیح ہوئی تو ضرور آپ لوگوں کے ہیلپ کرواتی۔" عائزہ نے نورین کو مخاطب کیا ٹف پڑھائی کے باوجود وہ کوشش کرتی تھی کہ گھر کے کام کاج میں نورین کا ہاتھ بٹا دیا کرے مگر آج واقعی اس کا کچھ کرنے کا موڈ نہ تھا۔

"آپ ریسٹ کریں آپی میں اور امی ہیں نا۔ اپنے دولہا بھائی کے لیے مزے دار ساڈنر تیار کرلیں گے۔" شانزے نے اسے مخاطب کیا نورین نے بھی مسکراتے ہوئے تائیدی انداز میں گردن ہلادی۔

عائزہ ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے اپنے بیڈ روم کی طرف مڑ گئی اسے اس ہینڈسم بندے کو دیکھنے کا کوئی اشتیاق نہ ہو رہا تھا۔ اس نے جس سے محبت کی تھی اسے دیکھے برسوں بیت چکے تھے اسے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ وہ اب کیسا ہوگا۔ تاڑ سا لمبا قد تو وہ رکھتا تھا' مگر نہیں اب وہ پہلے کی طرح دبلا ہوگا یا موٹے بندے میں تبدیل ہوگیا ہوگا اس کی رنگت پہلے کی طرح سرخ و سپید ہوگی یا بیتے برسوں میں اس کی رنگت کملا گئی ہوگی۔ اسے ان خصوصیات میں سے کسی سے بھی کوئی سروکار نہ تھا کیونکہ اسے ہمایوں سے محبت تھی اس کی ذہانت وجاہت' امارت کسی چیز سے بھی کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ جیسا بھی تھا اسے قبول تھا' مگر ڈرائننگ روم میں بیٹھا یہ شخص جتنا مرضی وجیہہ اور خوبرو ہوتا اس کا ساتھ عائزہ کے لیے ایک سمجھوتے کے سوا کچھ نہ تھا سمجھوتہ بھی ایسا جو وہ کر تو بیٹھی تھی' مگر جب اسے نبھانے کا سوچتی دل اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتا۔

"تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا ہمایوں۔" اس کے لبوں سے ایک کراہ برآمد ہوئی۔ وہ کتنی ہی دیر اپنے بستر پر بے حس و حرکت لیٹی رہی پھر عون اسے بلانے آیا تھا۔

"ہم سب کھانے کی میز پر آپ کا انتظار کررہے ہیں آپی۔"

"تم جاکر کہہ دو کہ میں سو رہی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا عون سرہلا کر پلٹ گیا تھا۔ کھانا بڑے خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ باتوں اور قہقہوں کی آواز یہاں تک آرہی تھی شاید مہمان بہت خوش مزاج تھا اور شاید وہ خوش مزاج شخص فلو میں بھی مبتلا تھا ہر پانچ منٹ بعد اس کی زوردار چھینک کی آواز سنائی دیتی۔

"اتنا فلو ہو رہا تھا تو آنے کی کیا ضرورت تھی معذرت کرلیتا۔ کیسا بے ڈھنگا شخص ہے۔" عائزہ کا کوفت سے برا حال ہو رہا تھا۔ وہ سونے کی کوشش کرنے لگی' مگر ڈرائنگ روم میں بیٹھے شخص کی زوردار چھینکیں اسے سخت ڈسٹرب کررہی تھیں پھر شانزے کمرے میں آئی تھی۔

"آپ نے کھانا کھالیا آپی۔" اسے خیال آیا۔

"بھوک نہیں ہے سو رہی ہوں۔" عائزہ نے جواب دیا۔

"بھائی جان کہہ رہے ہیں کہ اپنی آپی سے بخار اور سر درد کی کوئی ٹیبلٹ لادو۔"

"میں نے کوئی فری ڈسپنسری نہیں کھول رکھی انہیں کہو اتنی رات ہو رہی ہے گھر جاکر دوائیں اور سکون کریں آخر ان کا جانے کا ارادہ نہیں ہے کیا۔" وہ بری طرح چڑ ہی تو گئی تھی۔

"وہ اتنی رات کو کیسے جاسکتے ہیں۔" شانزے نے حیرت سے الٹا سوال پوچھا۔

اتنے میں ہی نورین کھانے کی ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوئی تھیں شانزے کا فقرہ ان کے کان میں پڑ گیا تھا جب ہی وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

"کیا ہم اپنے داماد کو ایک رات بھی اپنے گھر نہیں ٹھہرا سکتے۔"

"جب ان کا اپنا گھر اسی شہر میں ہے تو انہیں کیا شوق چرایا ہے یہاں قیام کرنے کا اور بائی داوے یہ اکیلے کیوں تشریف لائے ہیں ان کے گھر والے ان کے ساتھ کیوں نہیں آئے۔" اس نے کافی دیر سے ذہن میں کلبلاتا سوال پوچھ لیا۔

"اسے تمہارے ابا کو کچھ وضاحتیں اور صفائیاں دینی تھیں اسی لیے اس نے اکیلے آنے کو ترجیح دی۔" نورین نے رسانیت سے جواب دیا۔

"کیسی وضاحتیں۔" عائزہ نے حیرت سے ابرو اچکائے۔

"ارے بھئی بیٹی بیاہنے سے پہلے ماں باپ کے دل میں سو طرح کے خدشے' کئی طرح کے سوال جنم لیتے ہیں۔ اپنی پوری تسلی کرکے ہی تو تمہارے ابا ہاں کریں گے۔" نورین نے گول مول سا جواب دیا اس سے پہلے عائزہ کچھ اور جرح کرتی انہوں نے کھانے کی ٹرے اس کے سامنے رکھی۔

"اب سوال' جواب ختم اور کھانا کھاؤ۔ تمہاری پسند کے نرگسی کوفتے بنائے ہیں اور دیکھو شانزے نے پہلی بار کیسا مزے کا فروٹ ٹرائفل بنایا ہے۔ چاول' تم رات کے وقت کھاتی نہیں اگر کھانے ہیں تو ادون میں گرم کرکے لادوں۔" وہ پوچھ رہی تھیں۔

"ارے نہیں امی۔ جو لے آئی ہیں یہ ہی بہت ہے۔" عائزہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔ نورین سرہلاتے ہوئے واپسی کے لیے مڑیں پھر کچھ یاد آیا تو پلٹیں۔

"فلو اور بخار کی کوئی ٹیبلیٹ ہے تو دینا۔ اس کا بخار تیز ہو رہا ہے۔" عائزہ پھر چڑ سی گئی۔

"وہ خود ڈاکٹر ہیں گھر سے نکلتے وقت کیا اپنی حالت پتا نہ تھی دوا کا انتظام کرکے آتے۔" اس نے اکتا کر جواب دیا تھا۔ نورین مسکرادیں۔

"اچھا تم غصہ نہ کرو تمہارے ابا کا میڈیسن باکس اس کے پاس لے جاتی ہوں خود لے گا دوا اور شانزے بیٹا تم بھی فوراً آؤ بھائی کے لیے چائے بناؤ۔" نورین شانزے کو بھی بلاتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔ شانزے عائزہ کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے ماں کے پیچھے نکل گئی۔ نورین ہونے والے داماد کو ضرورت سے زیادہ پروٹوکول دے رہی تھیں۔ عائزہ کو عجیب سی الجھن نے گھیرے میں لے لیا پھر سب سوچوں کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے اس نے کھانے کی ٹرے اپنی جانب کھسکالی تھی۔

☆ ☆ ☆

"اس ماہ کی چودہ تاریخ کو تمہارا نکاح ہے۔ اپنی سہیلیوں کو انوائیٹ کرلینا۔" اگلی صبح وہ دن چڑھے سو کر اٹھی تھی آج ڈیوٹی کا آف تھا وہ جان بوجھ کر دیر تک سوتی رہی اٹھی تو پتا چلا ڈاکٹر شہریار علی الصبح ہی گھر واپس چلا گیا تھا۔ عائزہ نے سکون کا سانس لیا' مگر اب نورین کی بات سن کر اس کا سکون پھر سے رخصت ہوگیا۔ پراٹھے کا لقمہ اس کے حلق میں اٹکا تھا۔

"اتنی جلدی؟" وہ بس یہی کہہ سکی۔

"فکر مت کرو فی الحال صرف نکاح ہو رہا ہے' رخصتی تمہاری ہاؤس جاب مکمل ہونے کے بعد ہوگی۔" نورین نے تسلی دی۔

"ہاؤس جاب مکمل ہونے میں کون سا بہت عرصہ

رہ گیا۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھری گویا آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کرنے کی کوشش کی۔

"بلکہ کسی چھٹی والے دن اپنی سہیلیوں کو بلوالو۔ میں ڈھولکی منگوالوں گی۔ تمہاری دوستیں گیت وغیرہ گائیں گی ایسے موقعوں پر تو سہیلیاں ہی رونق لگاتی ہیں۔" پتا نہیں نورین کیوں اتنی خوش' اتنی پرجوش ہورہی تھیں۔ عائزہ کے دل میں ہوک سی اٹھی کاش اس کی سگی ماں زندہ ہوتی تو وہ اس کی گود میں سر چھپا کر اپنا سارا دکھ آنسوؤں کی صورت میں بہا دیتی۔ بیتے برسوں میں نورین اور اس کے مابین ممتا کانہ سہی محبت اور اپنائیت کا ایک اور خوب صورت رشتہ پروان چڑھ چکا تھا' لیکن اس مشکل وقت میں وہ اس کے دل کی حالت جانتے ہوئے بھی کتنی انجان بن کر الٹے سیدھے مشورے دے رہی تھیں۔

"میری سب دوستیں جس پروفیشن سے تعلق رکھتی ہیں اس پروفیشن میں ایسی چیزوں کے لیے کوئی وقت نہیں ہوتا ای گیت گائے بغیر بھی نکاح کی تقریب ہو سکتی ہے اور یہ سب کچھ جتنا سادگی سے ہوا اتنا ہی اچھا ہوگا۔" اس نے سنجیدہ اور سپاٹ سے انداز میں جواب دیا۔

"تم جو بھی کہو ہم تو بھئی اپنے دل کے سارے ارمان پورے کریں گے۔" نورین نے مسکراتے ہوئے گویا اس کے زخموں پر نمک چھڑکا اور وہ اف بھی نہ کرپائی۔ دن گزرتے جارہے تھے نورین ذوق و شوق سے فنکشن کی تیاری کررہی تھیں۔ ان کا روز ہی بازار کا چکر لگتا ایک دن عائزہ کو بھی ساتھ لے جانا چاہا۔

"تمہارے دولہا کی خواہش ہے کہ نکاح کا جوڑا تم اپنی پسند کا خریدو۔ اس نے پیسے بھی بھجوادیے ہیں۔ آج میرے ساتھ بازار چلو تمہارے ہاتھوں یہ کام بھی نبٹا دیں۔" نورین نے اسے محبت سے مخاطب کیا۔

"میرا موڈ نہیں بن رہا۔ آپ خود لے آئیں۔" اس نے دھیمے لہجے میں انکار کیا تھا۔ نورین چند لمحوں تک خاموشی سے اسے دیکھتی رہیں پھر مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میری چوائس پر بھروسہ کررہی ہو تو وہی بھروسہ مجھ پر بھی کرو۔ ان شاء اللہ سب کچھ تمہاری خواہش کے مطابق ہوگا۔" نورین نے پیار سے اس کی ٹھوڑی چھوئی تھی۔ وہ سر جھکا کر رہ گئی تھی اس کے چہرے پر پھیلی استہزائیہ مسکراہٹ نورین نہ دیکھ پائی تھیں۔ انہیں شاپنگ پر جانے کی جلدی تھی وہ شانزے کو پکار رہی تھیں کہ وہ ایک شاپر میں اپنا وہ سوٹ بھی ڈال لے جس کے ساتھ کا میچنگ جوتا اور میچنگ جیولری خریدنی تھی۔ عائزہ چپ چاپ اٹھ کر وہاں سے چل دی۔ اگلے چند دنوں میں اس کی پھوپھیاں بھی بال بچوں سمیت آن پہنچی تھیں برسوں بعد یوں سب اکٹھے ہوئے تھے گھر میں عجیب رونق اور ہنگامہ برپا ہوگیا تھا۔ عائزہ کو بھی اپنے چہرے کی بے زاری چھپا کر زبردستی بشاشت طاری کرنی پڑی تھی وہ اپنی ذات کا ہرگز کوئی تماشا نہ لگوانا چاہتی تھی ہاں رات کو جب سونے کے لیے لیٹتی تو بے آواز آنسوؤں سے اس کا تکیہ بھیگتا رہتا جانے کیوں اس کے دل نے اب تک ڈاکٹر شہریار کو ہمایوں احمد کی جگہ نہ دی تھی۔ کبھی کبھی اسے خود پر ہنسی بھی آتی کتنی نادان تھی وہ بچپن کی محبت کو جوانی کا سپنا بھی بنالیا تھا کاش وہ بھی ہمایوں کی طرح پریکٹیکل ہوتی بچپن اور لڑکپن کی یادوں کو فراموش کرکے حال میں زندگی گزارتی اور ہمایوں اور اس کے مابین بچپن میں کون سے عہد و پیمان ہوئے تھے۔ پھر کیوں وہ اس کے پیچھے اتنی دیوانی ہوگئی اسے خود پر غصہ آتا' ہنسی آتی' ترس آتا اور آخر میں ڈھیروں ڈھیر رونا آجاتا' لیکن آج شاید اس نے آخری بار ہمایوں کے لیے آنسو بہائے تھے کل اس کے جذبے کسی اور شخص کی امانت بن جانے تھے کاش وہ اپنے دل کو اس شخص کے نام پر دھڑکنا سکھا دے وہ یہی دعا کرتے سوئی تھی رات کو بہت عجیب و غریب خواب دیکھا۔ صبح اٹھنے پر بھی وہ خواب اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ اسے یاد تھا۔ بڑی نانی' نانا جی اور نانی جان تینوں بہت مطمئن اور خوش و خرم اکٹھے بیٹھے دکھائی دیے۔ پھر اچانک ان کے درمیان ہمایوں بھی آن بیٹھا تھا ہاں وہ

ہمایوں ہی تھا وہی تاڑ سا لمبا قد' کھڑی ناک' کشادہ پیشانی' لیکن وہ لڑکپن والا ہمایوں نہ لگ رہا تھا وہ بھرپور جوان تھا اس کی بڑھی ہوئی شیو اس کے چہرے پر کتنی بھلی لگ رہی تھی۔ نانا جی نے عائزہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے ہمایوں کے قریب بٹھایا تھا۔ نانی جان نے اس کا ہاتھ ہمایوں کے ہاتھ میں تھمایا اور پھر بڑی اور چھوٹی نانی نے باری باری دونوں کی پیشانی چومی اس کی آنکھ کھلی تو اسے لگا نانی کے ہونٹوں کا لمس اب بھی اس کی پیشانی پر موجود ہے۔

خواب یاد کرکے وہ ٹھنڈے پسینے میں نہا گئی تھی اب جب اس کی زندگی میں ہمایوں کا کوئی گزر نہ تھا پھر وہ کیوں اس کے خوابوں میں آکر اسے اپنے وجود کا احساس دلوا رہا تھا۔ پھر اسے خود پر نئے سرے سے غصہ آیا وہ کیوں اس کی سوچوں سے پیچھا نہیں چھڑوا رہی۔ یہی خیالات ایسے خوابوں کا باعث بن رہے تھے۔ اس نے سر جھٹک کر دوبارہ سونے کی کوشش کی اور آخر اس کوشش میں کامیاب بھی ہوگئی' مگر صبح اٹھ کر بھی یہی خواب حواسوں پر چھایا رہا پھر وہ شام بھی آگئی جب عائزہ عثمان کی شناخت بدل جانی تھی ایک اجنبی شخص اب اس کی ذات کا حوالہ بننے جارہا تھا۔ حیرت انگیز طور پر اس کے تمام تر احساسات پر جیسے برف سی چھا گئی تھی۔ بڑی پھوپھو کی صائمہ ماہر بیوٹیشن تھی اس نے بہت مہارت سے عائزہ کا میک اپ کیا تھا وہ تو پہلے ہی بہت خوب صورت تھی سلیقے سے کیے گئے میک اپ سے حسن دو آتشہ ہوگیا تھا۔ حیرت انگیز طور پر ابھی تک اس کے سسرالیوں کا کچھ اتا پتا نہ تھا بلکہ آخری بار جب ڈاکٹر شہریار ابا وغیرہ سے ملنے آئے تھے اس کے بعد ان کے گھر سے کوئی یہاں نہ آیا تھا کم از کم عائزہ کی موجودگی میں تو نہیں۔ وہ اسپتال ہوتی اور دن میں کوئی آتا تو اسے اس کا علم نہ تھا اور نہ ہی وہ جاننے کی خواہشمند ہوتی' لیکن آج بھی ان کی آمد کا کوئی غلغلہ نہ اٹھا تھا۔ وہ شانزے سے پوچھے بنا نہ رہ پائی "دولہا والے اب تک نہیں آئے کیا؟"

"دولہا بھائی اور ان کے ایک چچا آگئے ہیں۔" اس نے اطمینان سے آگاہ کیا۔

"بس؟" اسے حیرت ہوئی تھی۔

"ابھی تو صرف نکاح ہے آپی جب آپ کو رخصت کروانے کے لیے آئیں گے تو پوری بارات لے آئیں گے۔" شانزے نے مسکرا کر کہا۔

"بکواس مت کرو۔" وہ بری طرح چڑ گئی تھی۔ جانے ڈاکٹر شہریار کے باقی گھر والے ان کے والدین' بہن بھائی کیوں تقریب میں شریک نہ تھے ورنہ پہلے جب وہ رشتے کی بات کرنے آئے تھے تو پورا خاندان ہر دوسرے دن پہنچ جاتا تھا۔ پھر اب ان لوگوں کی طرف سے اتنی لاتعلقی کیوں اختیار کرلی گئی ہے کیا ڈاکٹر شہریار کا اپنے گھر والوں سے کوئی پھڈا وغیرہ تو نہیں ہوگیا اس روز بھی وہ ساری رات جانے ابا سے کیا مذاکرات کرتا رہا تھا ابا اس سے کیسی یقین دہانیاں چاہ رہے تھے وہ باتیں جو بہت پہلے سوچنے کی تھیں جانے کیوں آج اس کے دماغ پر یلغار کررہی تھیں اتنے میں ہی بڑے پھوپھا اور چھوٹے پھوپھا نکاح کا رجسٹر اٹھائے اس سے ایجاب و قبول کروانے آن پہنچے تھے۔ نورین اس کے قریب آگئی تھیں۔ پھوپھا نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی رضامندی چاہی تھی' مگر جو طویل فقرہ ان کے لبوں سے برآمد ہوا تھا عائزہ کو لگا اس کی سماعتوں کو دھوکا ہوا ہے۔

"ہاں بیٹا بتاؤ تمہیں ہمایوں احمد ولد معید احمد بعوض حق مہر۔۔۔" پھوپھا دوبارہ بول رہے تھے اور وہ ہکا بکا ان کی شکل دیکھ رہی تھی۔ نورین نے پیار سے اس کا ہاتھ دبایا گویا اسے ہاں کرنے کا کہہ رہی ہوں اس نے بے یقینی سے انہیں دیکھا' نورین نے مسکراتے ہوئے دھیرے سے گردن ہلائی اور پھر اس نے بھی اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے دھیرے سے ہاں کہہ دی تھی۔ تین بار ہاں سن کر پھوپھا نکاح کے رجسٹر سنبھالتے ہوئے مردانے میں چلے گئے تھے۔

"یہ سب کیسے ہوا امی۔" وہ روتے ہوئے نورین سے لپٹ گئی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا مجھ پر اعتبار کرو۔" انہوں نے

پیار سے اس کی پیشانی چومی۔
"مجھے لگ رہا ہے یہ کوئی خواب ہے۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔
"یہ صرف ایک سرپرائز ہے اس سرپرائز کو میں اتنا طول نہیں دینا چاہ رہی تھی۔ کچھ دن پہلے جب ہمایوں ہم سے ملنے آیا تھا تب میں تمہاری اس سے ملاقات کروانا چاہ رہی تھی تم نے انکار کردیا پھر ہمایوں نے کہا کہ اس شرارت کو ذرا اور لمبا کھینچ لیتے ہیں۔" نورین نے مسکرا کر بتایا۔
"جی آپی آپ نے اتنی دور سے آئے تھکے ہارے بیمار شخص کو ایک ٹیبلٹ تک نہیں دی آپ کے کٹھور پن کی کچھ سزا تو ملنی چاہیے تھی آپ کو۔" شانزے بھی چہکی تھی۔
"مگر یہ سب کیوں اور کیسے......" اس سے جملہ مکمل نہ ہوسکا وہ اب تک شدید بے یقینی کے عالم میں تھی۔
"دماغ پر زیادہ زور نہ دیں اسٹوری زیادہ پیچیدہ نہیں یہ سب ہمایوں بھائی کی چچی کے زرخیز ذہن کی کارستانی تھی انہوں نے دونوں فریقین کو ایک دوسرے سے بدگمان کرنے کی کوشش کی ابا وہاں گئے تو انہیں بتایا کہ ہمایوں بھائی کہیں اور شادی کرنا چاہتے ہیں ابا بجائے ہمایوں بھائی سے رابطے کے لیے ان کا کوئی فون نمبر لیتے یہ کہہ کر اپنا نمبر دے آئے کہ ہمایوں آئے تو اس سے کہیں کہ وہ اس نمبر پر رابطہ کرے ہمایوں بھائی کو اس کے برعکس یہ پیغام دیا گیا کہ ابا نسبت ختم کرنے کا اعلان کرگئے ہیں۔ بے چارے ہمایوں بھائی پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔ کچھ عرصے بعد جب آپ اور امی وہاں پہنچے تو آپ لوگوں کو بھی ہمایوں بھائی کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی گئی' لیکن بھلا ہو آپ کی ایک کزن کا جنہوں نے امی کو اشاروں کنایوں میں بہت کچھ بتایا اور ساتھ ہی ہمایوں بھائی کا فون نمبر بھی دے دیا امی نے انہیں فون کرکے بلایا بس جب ہمایوں بھائی امی ابا سے ملے تو سب کچھ کلیئر ہوگیا نہ صرف کلیئر ہوا بلکہ ابا کو ہمایوں بھائی اتنے پسند آئے کہ انہوں نے ہمایوں بھائی کی نکاح کی درخواست کو فوراً" شرف قبولیت بھی بخش دی۔ یہ تھی ساری اسٹوری میری آپی۔" شانزے نے شوخی سے مسکراتے ہوئے بتایا۔ عائزہ کے لبوں پر بھی دھیمی سی مسکان بکھر گئی تھی اور باہر ابا کے پاس ہمایوں کے چچا آصف احمد گم سے تھے۔

"میں بہت شرمندہ ہوں عثمان بھائی میرے گھر والوں کی وجہ سے آپ لوگوں کو اتنی ذہنی اذیت سہنی پڑی۔" وہ ابا سے مخاطب تھے۔
"تم بار بار معذرت کرکے مجھے شرمندہ مت کرو آصف جو ہوا اسے بھول جاؤ شکر ہے انجام بخیر ہوگیا۔" ابا مسکرائے تھے۔
"یہ آپ کی اعلا ظرفی ہے عثمان بھائی ورنہ میں اپنے ضمیر کے آگے خود شرمسار ہوں۔ ہمایوں میرے مرحوم بھائی کی آخری نشانی ہے خدا گواہ ہے کہ مجھے اپنی اولاد کی طرح ہی عزیز ہے۔ اماں نے بھی مرتے وقت مجھ سے آخری بار یہی فون پر یہی بات کی تھی کہ ان کے بعد ہمایوں کا خیال رکھوں اور میں روزگار کے چکر میں دیار غیر ایسا مصروف رہا کہ کبھی جاننے کی کوشش ہی نہ کی کہ میرے پیچھے میرے گھر میں ہمایوں سے کیسا سلوک ہوتا ہے میں اپنی دانست میں ہمایوں کی تعلیم اور دوسرے اخراجات کے لیے خطیر رقم بھجواتا تھا اور مطمئن ہوجاتا تھا کہ میں نے اپنا فرض ادا کردیا۔ ہمایوں میرا خوددار بھتیجا جو اپنی دادی کے علاج معالجے کے لیے بلا جھجک فون کرکے مجھ سے پیسے منگوالیتا تھا۔ اس نے کبھی اپنی ذات کے لیے مجھ سے ایک روپیہ تک نہ مانگا۔ میں سمجھتا رہا کہ میری بیوی' ہمایوں کا خرچہ ایمان داری سے اسے سونپ دیتی ہوگی۔ ہمایوں کی تعلیمی کامیابیاں مجھ تک پہنچتیں تو میں مزید خوش اور مطمئن ہوجاتا۔ مجھے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ ہمایوں اسکالرشپ اور ٹیوشنز کے سہارے اپنا تعلیمی کیریر آگے بڑھا رہا ہے۔
میری بیوی امانت دار کو امانت پہنچانے میں ناکام ثابت ہوئی تھی۔ ہمایوں نے کبھی اس بارے میں مجھ سے ایک لفظ نہ کہا۔ بھرپور جدوجہد کے بعد جب ہمایوں منزل پر پہنچ گیا۔ تب میری بیوی نے اس کی اگلی منزل کھوٹی کرنے کی کوشش شروع کردی۔ اسے میرے لائق فائق بھتیجے کو داماد بنانا تھا۔ حالانکہ میری بیوی اور بھابھی دونوں بہنیں بہت عرصے پہلے بچوں کے رشتے آپس میں جوڑ چکی تھیں۔ میری دونوں بیٹیوں کو بھابھی نے اپنے دونوں بیٹوں کے لیے مانگ لیا تھا۔ نوشین اور عادل کی شادی تک سب ٹھیک تھا۔ لیکن پھر میری بیوی کو بہن اور اس کے بیٹوں میں سو عیب نظر آنا شروع ہوگئے۔ رہی سہی کسر باسط کی آوارہ گردی نے پوری کردی۔ غلط دوستوں کی صحبت نے اسے بگاڑ دیا۔ میری بیوی افشین اور باسط کا رشتہ توڑ کر افشین اور ہمایوں کی شادی کا خواب دیکھنے لگی۔ اس نے ہمایوں کو آپ لوگوں سے بدظن کرنے کی کوشش کی تو آپ لوگوں کو اس کے متعلق بدگمان کیا گیا۔ لیکن بھلا ہو افشین کا جس نے نورین بھابھی کو اپنی ماں کی سازش کے بارے میں بتایا اور مجھے بھی اس نے فون پر ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ میرا تو سر ہی شرم سے جھک گیا۔
عثمان بھائی اگر آپ کو آپ کی زندگی کا ساتھی بے وقوف سمجھتے ہوئے اپنی چالاکیوں سے بے خبر رکھے تو اس سے زیادہ اذیت ناک احساس اور کوئی نہیں ہوتا۔ میں آپ لوگوں کے سامنے بھی شرمسار ہوا اور اپنے مرحوم بھائی کی روح کے آگے بھی' بلکہ شاید سب سے زیادہ اماں مرحومہ کے سامنے' کیونکہ ہمایوں ان کے جگر کا ٹکڑا تھا۔ بہت چاہتی تھیں وہ اسے۔" آصف احمد کی آواز بھر آگئی تھی۔ ان کا واقعی شرمندگی سے برا حال تھا۔
"تم بلاوجہ اپنے آپ کو قصوروار گردان رہے ہو آصف۔" عثمان نے لمبی سانس کھینچی تھی۔
"تم سمندر پار بیٹھے تھے' اپنی طرف سے ہمایوں کی خبرگیری بھی کی' میرا قصور زیادہ بڑا ہے۔ ماموں' ممانی کے انتقال کے بعد میں نے پلٹ کر وہاں کی خبر نہ لی۔ میں سوچتا تھا بچوں کے بڑے ہونے کے بعد ان کے رشتے کو باضابطہ شکل دے دی جائے گی۔ لیکن مجھے ہمایوں کے معروفی حالات کا کسی قدر اندازہ تو تھا نا' مجھے اسے اپنی شفقت کے سائے میں رکھنا چاہیے تھا۔ اس سے مستقل رابطہ رکھنا چاہیے تھا۔ لیکن شاید بیٹی کا باپ ہونے کی جھجک آڑے آجاتی تھی اور میں نے سب کچھ مناسب وقت کے انتظار پر اٹھا رکھا' میں یہ بھول گیا کہ رابطے نہ رکھے جائیں تو قریبی رشتوں میں بھی فاصلے بڑھ جاتے ہیں اور ہمایوں کے ساتھ تو قریبی رشتہ استوار ہونا باقی تھا۔ وہ میری بیٹی کا مستقبل تھا۔ مجھے اس کے حال سے باخبر رہنا چاہیے تھا میرا قصور زیادہ بڑا ہے آصف۔" عثمان نے انہیں شرمندگی کے اثر سے نکالتے ہوئے سارا الزام اپنے سر لیا۔
"اور سچی بات تو یہ ہے آصف کہ اگر غلط فہمیاں تمہارے گھر والوں کی طرف سے پیدا کرنے کی کوششیں کی گئیں تو اس کا ازالہ بھی تو تمہارے گھر سے ہی ہوا۔ اللہ خوش رکھے تمہاری بیٹی کو۔ اس نے میری بیٹی کے دل کو اجڑنے سے بچالیا۔" عثمان ممنون ہوتے ہوئے بولے۔ آصف مسکرائے تھے۔
"افشین واقعی میری بہت سمجھ دار بچی ثابت ہوئی ہے۔ انشاءاللہ اسی مہینے کے آخر میں... میں اس کے فرض سے بھی سبکدوش ہوجاؤں گا۔ اس کی ماں اور بہن کی طرف سے تو سخت مزاحمت ہے۔ لیکن میں نے کہہ دیا کہ مجھے بار بار چھٹی ملنا مشکل ہے۔ میں اسی چکر میں بیٹی کو وداع کرکے جاؤں گا اور سچی بات تو یہ ہے۔ عثمان بھائی کہ مجھے اپنی بچی کے دل کی خوشی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ ایک عرصے سے وہ اپنے نام کے ساتھ باسط کا نام سنتی آرہی ہے۔ اس کی ماں باسط کی ماضی کی سرگرمیوں کو بنیاد بنا کر یہ رشتہ توڑنا چاہتی ہے۔ مگر الحمدللہ باسط بالکل بدل چکا ہے۔ اس کا رجحان دین کی طرف ہوگیا ہے۔ واصف بھائی نے اسے جنرل اسٹور بھی کروادیا ہے۔ پیسے کی ریل پیل نہ سہی' مگر معقول آمدنی ہے میرے لیے مادی آسائشات سے زیادہ بچوں کے دل کی خوشی اہم ہے۔" آصف اور عثمان دھیرے دھیرے دل کی باتیں ایک دوسرے کررہے تھے اور کچھ فاصلے پر ہمایوں' نورین کی منت کررہا تھا۔ اسے اپنی بیوی سے چند دل کی باتیں کرنی

تھیں۔ اس کے لیے اسے نورین کی اجازت درکار تھی۔

"میری بیٹی ابھی تمہارے سرپرائز کے شاک سے ہی نہیں نکلی ہے، تمہیں روبرو پاکر مزید بوکھلا جائے گی۔" انہوں نے شرارت سے داماد کو چھیڑا۔

"میں اس کا وہی بوکھلایا ہوا روپ ہی تو دیکھنے کا خواہشمند ہوں آنٹی۔" ہمایوں سر کھجاتے ہوئے مسکرایا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" نورین نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

"کوئی بہت دور سے تم سے ملنے آیا ہے عائزہ۔" انہوں نے کمرے کا دروازہ کھول کر عائزہ کو مخاطب کیا۔ وہ بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی ابھی کچھ دیر پہلے کمرے میں اس کی پھوپھیاں اور ان کے بچے موجود تھے، لیکن اب سب کھانا کھانے کے لیے جاچکے تھے۔ کھانے کا انتظام لان میں کیا گیا تھا کیٹرنگ والوں نے چھوٹی سی تقریب کا بھی بہت عمدہ انتظام کیا تھا سب کھانے کے لیے چلے گئے تو وہ پھر سے بے یقین دل کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگی کہ یہ سب خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے، نورین کی آمد پر وہ خیالوں سے چونکی تھی، مگر نورین کے عقب میں کھڑی شخصیت کو دیکھ کر اس کے اوسان ہی خطا ہوگئے۔ اتنے برسوں بعد بھی وہ اسے پہلی نگاہ میں ہی پہچان گئی تھی حالانکہ لڑکپن سے جوانی تک کے سفر میں اس کی شخصیت میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوچکی تھیں، لیکن اسے سیکنڈ کے لیے بھی اس کے بارے میں کوئی مغالطہ نہ ہوا تھا وہ بے ساختہ نگاہیں جھکا گئی تھی۔

"دس منٹ ہیں صاحبزادے تمہارے پاس پھر اس کی پھوپھو وغیرہ کھانا کھا کر یہاں آجائیں گی۔" نورین کہتی ہوئی چلی گئیں ہمایوں نے کمرے میں آکر دروازہ بند کیا پھر بیڈ پر بیٹھی اس کامنی سی لڑکی کی طرف متوجہ ہوا تھا جس کے جملہ حقوق وہ کچھ دیر پہلے ہی اپنے نام کرواچکا تھا۔

"والسلام علیکم۔" گمبھیر مردانہ آواز عائزہ کے کانوں میں پڑی۔ اس کا سر مزید جھک گیا اسے ہرگز اندازہ نہ تھا کہ ہمایوں سے پہلا سامنا اس کو اتنی شرم، جھجک اور گھبراہٹ میں مبتلا کردے گا ابھی تو وہ خود کو یہ یقین دلانے میں مصروف تھی کہ اس کے بچپن کا دوست واقعی اس کی زندگی کا ساتھی بن چکا ہے وہ اس کے سامنے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھی۔

"ہم ایک ہوگئے ہیں عائزہ یقین کرلو اب۔" ہمایوں اس کے دل کی حالت سے باخبر تھا۔

"یہ سب مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی اگر مجھے نروس بریک ڈاؤن ہوجاتا تو۔" اس نے نگاہیں اٹھا کر شکوہ کرہی ڈالا مگر ہمایوں کی متبسم نگاہیں خود پر مرکوز پاکر نگاہیں پھر جھکا گئی تھی۔

"شاید واقعی سرپرائز زیادہ ہی طویل ہوگیا تھا سوری فارویٹ۔" ہمایوں نے فراخدلی سے تسلیم کرتے ہوئے معذرت بھی کرڈالی۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔" وہ خفیف ہوگئی۔

"کہنے سننے کو تو بہت سی باتیں ہیں مسز۔ بیتے برسوں کا حال بھی ایک دوسرے کو سنانا ہے اور حال دل بھی لیکن تمہاری امی صرف دس منٹ کی مہلت دے کر گئی ہیں۔" ہمایوں نے ٹھنڈی سانس بھری۔ عائزہ نے پھر اس پر ایک نگاہ ڈالی۔ اسے اپنا گزشتہ رات والا خواب ایک دم یاد آیا تھا۔ وہ وہی تھا، ہو بہو وہی۔ عائزہ کو اب پتا چلا کہ وہ اسے دیکھ کر کیوں نہیں چونکی تو کیا وہ سچا خواب تھا۔ ناناجی اور نانی جان ان کے ملن کو جانتے تھے وہ اسی لیے اتنے خوش تھے۔ عائزہ کی آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ چمکی تھی۔

"تمہیں پتا ہے ہمایوں میں نے کل رات تمہیں خواب میں دیکھا تھا۔" اچانک ساری شرم اڑنچھو ہوگئی تھی وہ اب اس کا بچپن کا دوست تھا جس کو وہ اپنا رات والا خواب سنا رہی تھی۔ ہمایوں مسکراتے لبوں کے ساتھ اسے سن رہا تھا بچوں والی معصومیت کے ساتھ وہ اسے اپنے خواب کی جزئیات سنا رہی تھی۔

"بس تمہاری شیو بڑھی ہوئی تھی ورنہ تم ہو بہو ایسے ہی تھے۔" اس نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"ہاں رات کو تو میری شیو بڑھی ہوئی تھی۔ شیو میں نے صبح ہی بنائی ہے۔" ہمایوں مسکرایا تھا۔

"تمہیں میری بات کا یقین نہیں آیا۔" اسے لگا ہمایوں نے مذاق اڑایا ہے جب ہی اسے خفگی سے دیکھا تھا۔

"یقین تو تم نے میرا نہیں کیا تھا عائزہ بی بی۔ چھوٹی چچی نے افشین کی کسی دوست کی دلہن بنی تصویر دکھا کر کہا کہ یہ ہمایوں کی منگیتر ہے اور تم یقین کرکے واپس پلٹ آئیں۔ اگر دلہن کے پہلو میں مجھے بیٹھا دیکھتیں تب تو شک و شبہ کی گنجائش نکلتی بھی تھی۔ حد ہوتی ہے یار۔" اس نے اسے بے تکلفی سے ڈپٹا تھا۔

"پھر کیا کرتی اتنی سی تو کوشش کرلی تھی تمہیں ڈھونڈنے کی۔ کم از کم مجھے اس بات کا کریڈٹ تو دو کہ میں نے اپنے رشتے کو بچانے کی ایک کوشش کی اور میری اسی کوشش کی وجہ سے ہمارا ملنا ممکن ہوا ہے۔" عائزہ نے اسے جتایا۔

"ہاں صحیح کہہ رہی ہو۔" ہمایوں نے گہری سانس اندر کھینچی۔

"کتنی عجیب بات ہے نا کہ ہم جو ایک دوسرے کے لیے بالکل اجنبی نہ تھے حالات نے ہمیں ایک دوسرے کے لیے ناقابل رسائی بنادیا وہ عائزہ جو ہر چھٹیوں میں اپنے نانا نانی کے گھر ٹیک پڑتی تھی مجھ سے منسوب ہوئی تو میں اس کی شکل دیکھنے کو ترس گیا بلکہ کبھی کبھی تو میں تمہیں سوچنے لگتا تو مجھے تمہارے نین نقش بھی بھولنے لگتے لیکن میری سوچوں تک میں تمہارے سوا کسی کا گزر نہ تھا عائزہ۔" ہمایوں بول رہا تھا اور عائزہ بہت محویت سے اسے سنے جارہی تھی۔

"تمہارا ایف ایس سی کا رزلٹ میں نے نیٹ پر سرچ کیا تھا تمہارے اتنے اچھے نمبروں کی خوشی شاید تم سے زیادہ مجھے ہوئی تھی مجھے تمہارے ناناجی کی خواہش کا علم تھا وہ تمہیں ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے اور میں جانتا تھا کہ تم نے ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہی جان توڑ محنت کی ہوگی میڈیکل کالجز کی میرٹ لسٹیں چھاننے کے بعد مجھے تمہارا نام مل گیا تھا۔ میرا انجینئرنگ میں داخلہ ہوچکا تھا لیکن مجھے مستقبل کی ڈاکٹر عائزہ کے قابل بننے کے لیے بہت محنت کرنی تھی۔ دادو کے انتقال کے بعد بڑی اور چھوٹی چچی کی نگاہوں میں میرا وجود بری طرح کھٹکنے لگا تھا۔ وہ اپنے شوہروں کی کمائی کا ایک روپیہ بھی میری ذات پر خرچ کرنے کی روادار نہ تھیں میں نے جس طرح اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا یہ میں جانتا ہوں یا میرا خدا میں ہر کسی کے سامنے ماضی کا رونا روتا بھی نہیں ہوں عائزہ۔ اچھا یا برا جیسا بھی وقت تھا گزر گیا۔ میری دادو کی دعائیں رنگ لائیں اور میرے اللہ نے میری محنت کو بے ثمر نہ ہونے دیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے ساتھ ہی تعلیمی قابلیت کی بنا پر اچھی نوکری بھی مل گئی لیکن ابھی بھی مجھے ڈاکٹر عائزہ کے قابل بننے کے لیے بہت کچھ کرنا تھا۔ میں بالکل بے سروسامانی کے عالم میں لاہور گیا تھا یقین کرو عائزہ میری پہلی تنخواہ تو ڈھنگ کے جوڑے اور جوتے خریدنے میں ہی خرچ ہوگئی تھی۔ میری سیلری میں پروبیشن پیریڈ گزرنے کے بعد خاطر خواہ اضافہ ہوا تھا اب مجھے اپنے اور تمہارے لیے چھوٹا سا گھر خریدنا تھا جو بہت عالیشان نہیں مگر اپنا ہو۔ میں جب عثمان انکل کے پاس تمہارا ہاتھ مانگنے آتا تو فخر کے ساتھ سر اٹھا کر آنا چاہتا تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ بزرگوں کو دی گئی زبان کے احترام میں میری تمہاری شادی کردیں جبکہ ان کا دل مطمئن نہ ہو اور جب میں نے تنکا تنکا جوڑ کر اپنا آشیانہ بنایا تو میرے حساب سے تمہاری تعلیم بھی مکمل ہی ہونے والی تھی اب وقت آگیا تھا کہ میں تمہارے شہر میں آکر تمہاری اور عثمان انکل کی تلاش مہم کا آغاز کروں۔

کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ مجھے اپنے سسرال کا ایڈریس تک معلوم تھا جبکہ میری نسبت طے ہوئے برسوں بیت چکے تھے۔

"تم کیسے ڈھونڈتے ہمیں۔" عائزہ نے اس کی بات کے دوران ہی تجسس کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"گلی گلی تمہارے نام کی صدائیں بلند کرتا۔ اور کیا کرتا تھا مجھے۔" ہمایوں نے اسے شرارت سے چھیڑا تھا۔ وہ کچھ خفا سی ہوگئی۔

"تمہاری تلاش میں فیس بک پر درجن بھر ڈاکٹر عائزائیں میرے گلے پڑ گئی تھیں اتنے برسوں تمہیں تلاشنے کے علاوہ میں نے کیا ہی کیا ہے مسز۔" وہ مسکرایا تھا۔

"میں فیس بک پر نہیں ہوتی۔" اس نے خفگی سے جتایا۔

"جانتا ہوں۔" ہمایوں نے اس پر محبت بھری نگاہ ڈالی۔

"تمہارا ایڈمیشن اپنے ہی شہر کے میڈیکل کالج میں با آسانی ہوگیا تھا مجھے اس حقیقت کا تو علم تھا نا۔ اور کچھ نہیں تو تمہارے میڈیکل کالج جاکر تمہارا نام پتا ڈھونڈتے ڈھونڈتے تم تک پہنچ ہی سکتا تھا اور خیر تمہر آکر عثمان انکل کو تلاش کرنا بھی ناممکن کام نہیں تھا لیکن اس سے پہلے میں اپنے ارادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچاتا مجھے خبر دی گئی کہ عثمان انکل او کاڑہ آکر تمہاری میری نسبت توڑنے کا اعلان کر گئے ہیں۔"

"تم نے یقین کرلیا؟" عائزہ نے دھیرے سے پوچھا۔

"سچ کہوں تو عائزہ میں ٹوٹلی کنفیوژڈ تھا۔ اتنے عرصے عثمان انکل نے مجھ سے کوئی رابطہ نہ رکھا تھا کبھی کبھی تو میں سوچتا تھا کہ کیا یہ میری بے وقوفی تو نہیں کہ میں نے بچپن کی طے کی ہوئی نسبت کو زیادہ سنجیدگی سے اپنے دل و دماغ پر سوار کرلیا۔ عثمان انکل یہ بات فراموش کر چکے ہوں۔"

"ابا کا حافظہ اتنا کمزور نہیں تھا۔ وہ تم سے ملنے گئے تھے لیکن انہیں بھی تمہارے متعلق غلط معلومات فراہم کی گئیں۔"

"چلو چھوڑو یار۔ بہت کچھ غلط ہوتے ہوتے سب کچھ صحیح ہوگیا نا۔ اور سارا کریڈٹ نورین آنٹی کو جاتا ہے۔ تم بچپن میں کیسے بھاگ بھاگ کر اپنے ناناجی کے گھر جاتی تھیں میں تو سوچتا تمہاری اسٹیپ مدر روایتی سوتیلی ماؤں جیسی ہوں گی۔ وہ تو بہت نائس خاتون ہیں یہ ہمارا تمہارا ملن صرف ان کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔" ہمایوں نے فراخدلی سے تسلیم کیا تھا۔ عائزہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلادی۔

"لیکن ایک مسئلہ ہوگیا ہے عائزہ۔" اس نے لہجے کو گمبھیر بنایا عائزہ نے پریشان ہو کر اس کی شکل دیکھی۔

"میں تو صرف نکاح کے ارادے سے آیا تھا۔ رخصتی تمہارے ہاؤس جاب ہونے کے بعد طے پائی تھی لیکن تمہارا یہ روپ دیکھنے کے بعد میں اکیلا واپس کیسے جاپاؤں گا۔ رخصتی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ہاؤس جاب وہاں لاہور میں کسی اچھے سے اسپتال میں کرلینا۔" ہمایوں نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا تھا۔

"لیکن ہمایوں۔۔" وہ اس کی بات سن کر بوکھلا ہی تو گئی تھی مگر جب اس کی آنکھوں میں چھپی شرارت نظر آئی تو جھینپ کر سر جھکا گئی۔

"تمہیں پتا ہے عائزہ میں لاہور جانے کے ساتھ ہی پہلی فرصت میں کیا کروں گا۔" وہ دوبارہ سنجیدگی سے مخاطب تھا عائزہ نے دھیرے سے نفی میں گردن ہلادی۔ "میں جانے کے ساتھ ہی ایک کیلنڈر خریدوں گا۔" ہمایوں نے اسے اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔

"وہ کیوں؟" عائزہ حیرت سے پوچھے بنا نہ رہ پائی۔

"تمہاری ہاؤس جاب مکمل ہونے کے دن گنا کروں گا نا یار۔" وہ متبسم لہجے میں بولا تھا۔ عائزہ کو ہنسی آگئی۔

"دن بعد میں گن لیجیے گا پہلے گھڑی پر نگاہ ڈالیں آپ کو دس منٹ کی مہلت دی گئی تھی اور دس منٹ گزرے بھی دس منٹ ہو چکے ہیں۔" عائزہ نے وال کلاک کی جانب اشارہ کیا تھا۔

"چلتا ہوں۔" ہمایوں نے ٹھنڈی سانس بھری تھی پھر جانے کو مڑا۔ عائزہ اس کی پشت کو تک رہی تھی کہ وہ یکدم پلٹا تھا۔ نگاہوں کے تصادم پر عائزہ گڑبڑا گئی۔

"آئی لو یو کہنا بھول گیا تھا۔" اس نے معصومیت سے رکنے کی وجہ بتائی۔

"کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتی ہوں پلیز اب جائیں۔" عائزہ بوکھلا گئی تھی۔ وہ ہنستے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ عائزہ کے لبوں پہ مدھر مسکان بکھر گئی تھی۔

٭ ٭ ٭
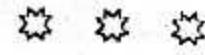
سب مہمان رخصت ہو چکے تھے۔ آج کی تقریب نے انہیں خاصا تھکا دیا تھا۔ وہ سونا چاہتی تھیں مگر پتا تھا کہ عثمان کو اس وقت چائے کی طلب ہو رہی ہوگی سو ان کے لیے چائے بنائی تو ایک کپ چائے اپنے لیے بھی بنالی۔ ٹرے میں دو کپ سجا کر وہ بیڈ روم میں آئی تھیں۔

"آپ کی چائے۔" انہوں نے عثمان کو کپ تھمایا۔ عثمان نے محبت بھری نگاہ اپنی مزاج آشنا بیوی پر ڈالی۔

"میں تمہارا مشکور ہوں نورین۔ عائزہ اور ہمایوں کا ملاپ صرف تمہاری وجہ سے ممکن ہوا۔ شکر ہے دونوں بچوں کے دل کی خوشی پوری ہوئی۔" انہوں نے دھیمے لہجے میں بیوی کو مخاطب کیا۔

"میں یہ نہیں کہوں گی عثمان کہ یہ میرا فرض تھا۔" نورین ہولے سے مسکرائی عثمان نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا تھا۔ نورین بات کرنے کے بعد جیسے کسی گہری یاد میں کھو گئی تھیں۔

"آپ کو یاد ہے عثمان جب آپ کی اور میری شادی ہوئی تھی تو شروع کے کتنے برس آپ کا میرے ساتھ کیسا رویہ رہا۔" نورین کھوئے کھوئے لہجے میں انہیں کچھ یاد دلا رہی تھیں۔ عثمان شرمندگی کے مارے کچھ بول نہ پائے۔

"آپ کا اکھڑا اکھڑا رویہ مجھے ہر پل اس بات کا احساس دلاتا تھا کہ میرا ساتھ آپ کے لیے محض ایک سمجھوتہ ہے۔ میں تو پہلے ہی محبتوں کی ترسی ہوئی تھی میرے پاؤں کا معمولی سی نقص میرا پیدا کردہ نہ تھا لیکن جانے کیوں اس کے لیے مجھے ہی قصوروار گردانا جاتا تھا مجھے میرے گھر میں کبھی محبت اور اہمیت سے نہ نوازا گیا میں اپنے گھر والوں کے لیے صرف ایک بوجھ تھی میرے لیے پانچ سال کی بچی کے باپ کا رشتہ بھی بخوشی قبول کرلیا گیا۔" نورین دھیرے دھیرے بول رہی تھیں وہ پہلی بار شوہر کے سامنے اپنے دل کی باتیں کر رہی تھیں عثمان دم بخود ہو کر انہیں سن رہے تھے۔

"آپ کی یہ دوسری شادی تھی عثمان لیکن میری پہلی شادی تھی آپ اپنی پہلی محبت کے سوگ سے نہ نکلے تھے اور میں آپ سے پہلی نگاہ میں ہی محبت کرنے لگی تھی۔ آپ کی بے رخی مجھے کس ذہنی کرب میں مبتلا کرتی تھی آپ اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"وہ سب کچھ میں شعوری طور پر نہیں کرتا تھا۔" عثمان شرمندہ ہوتے ہوئے بولے۔

"جانتی ہوں عثمان لیکن قصور تو میرا بھی کوئی نہ تھا۔ میں آپ کے التفات کو ترستی تھی اور آپ مجھے ذرا سی اہمیت تک نہ دیتے تھے۔ میرے آنے سے آپ کے گھر کا انتظام چلنے لگا تھا۔ بس یہ اہمیت تھی میری۔ میں آپ کی تنہائیوں کی رفیق تھی لیکن آپ تنہائی میں بھی اپنی مرحومہ بیوی کو یاد کر کے آنسو بہاتے تھے۔ ان دنوں مجھے مریم سے شدید حسد محسوس ہوتا تھا وہ مرنے کے باوجود آپ کے دل و دماغ پر قابض تھی۔ میں عائزہ کے ساتھ ناروا سلوک تو نہیں کرسکتی تھی کہ مجھے آپ سے ڈر لگتا تھا لیکن مجھے عائزہ کا وجود بھی بوجھ لگتا تھا وہ جب اپنے نانا، نانی کے ہاں جاتی تو مجھے دلی سکون ملتا تھا صرف چند دنوں کے لیے ہی سہی مریم کی نشانی آپ کی نگاہوں سے اوجھل تو ہوئی میرے اطمینان کے لیے یہی بات کافی تھی۔ عائزہ خود مجھ سے چڑتی تھی دور بھاگتی تھی مجھ سے لیکن اس میں اس کا کوئی قصور نہ تھا۔ اس کے آس پاس کے لوگ سوتیلی ماں کے حوالے سے اس کے ذہن میں الٹی سیدھی باتیں بٹھاتے تھے وہ کم عمر اور نادان تھی۔ میرے ساتھ اس کا اکھڑا ہوا رویہ سمجھ میں آنے والی بات تھی لیکن آپ تو میچور تھے سمجھ دار تھے پھر بھی آپ کو میرے جذبات کا خیال کیوں نہ آیا تھا۔ ہم بغیر کسی جذباتی وابستگی کے "حقوق و فرائض" ادا کرنے والے میاں بیوی کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارتے چلے آرہے

تھے میں آپ کے دو بچوں کی ماں بننے کے باوجود آپ کے دل میں جگہ نہ بناپائی تھی مجھے عائزہ کے نانا کی آمد پر ان سے بھی سخت الجھن ہوتی تھی۔ مرحومہ بیوی کے باپ سے مل کر آپ کے زخم ہرے ہوجاتے لیکن پھر آپ کو بھی محسوس ہونے لگا کہ عائزہ کی ان لوگوں سے اتنی وابستگی ٹھیک نہیں۔ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ آپ اتنی سمجھ بوجھ رکھنے والے شخص ہونے کے باوجود میرے جذبات کیوں نہیں سمجھتے۔ میرے ساتھ آپ کی روز اول والی بے رخی قائم تھی۔ میں کبھی اپنے ماں باپ سے آپ کے رویے کی شکایت کرتی اپنی زندگی کے ادھورے پن کی طرف ان کی توجہ دلاتی تو وہ مجھے جھڑک کر خاموش کروادیتے۔ میری ماں کہتی تو ناشکری ہے نورین۔ عثمان نے تجھے ہر طرح کا عیش و آرام دیا ہوا ہے۔ اپنی بہنوں کے مقابلے میں تیرے حالات کتنے اچھے ہیں کھانے کو وافر ہے۔ اچھا پہنتی اوڑھتی ہے۔ گھر میں ہر طرح کی آسائش ہے اللہ نے اولاد کی نعمت سے بھی نواز دیا کیوں الٹا سیدھا بول کر کفران نعمت کرتی ہے۔" نورین بھیگے لہجے میں بول رہی تھیں۔ ان کا بھیگا بھیگا لہجہ عثمان کا دل چیر رہا تھا۔ شرمندگی کے احساس سے ان کی گردن جھکتی جارہی تھی مگر وہ خاموشی سے بیوی کو سننے پر مجبور تھے۔

"پھر میں نے سمجھوتہ کرلیا عثمان۔ اپنے منہ سے اپنا حق مانگنا مجھے گوارا نہ تھا۔ عزت نفس تو میں بھی رکھتی تھی نا۔ کبھی کبھار میں خدا سے شکوہ بھی کرتی کہ اس بھری دنیا میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جو میرے جذبات و احساسات کو سمجھتا ہو۔ جس کو میرا صبر اور آپ کی خاموش زیادتی نظر آئے۔ مرحومہ بیوی سے آپ کو عشق تھا۔ اسے یاد رکھنا آپ کا حق تھا لیکن میرے بھی تو کچھ حقوق تھے اور پھر آپ کو پتا ہے کہ کسی نے آپ سے میرے ان حقوق کی بات کی۔ میں ششدر رہ گئی تھی عثمان۔ اس دنیا میں کوئی ایسا شخص بھی تھا جو میرے جذبات و احساسات سمجھ سکتا تھا جو آپ کی زندگی میں میری حیثیت کا از سر نو تعین کررہا تھا۔ شاید آپ کو تو یاد بھی نہ ہو عثمان لیکن میرے لیے بات کرنے والا میرا باپ نہ تھا بلکہ وہ آپ کی مرحوم بیوی کا باپ تھا۔ عائزہ کے نانا جی جن کی آمد پر مجھے چڑ بھی ہوتی تھی اور خوشی بھی۔ چڑ اس لیے کہ وہ مریم کے باپ تھے اور خوشی اس لیے کہ وہ چند دنوں کے لیے عائزہ کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

مجھ سے ہمیشہ پیار سے بات کرنے والے اس مہان بزرگ کا پیار بھرا لہجہ بھی مجھے بناوٹی لگتا تھا لیکن جب وہ میری غیر موجودگی میں میرا مقدمہ لڑرہے تھے تو میرا سر شرمندگی سے جھکتا چلا گیا اور شاید ان کی باتوں کا اثر تھا کہ آپ کا رویہ میرے ساتھ بدلنے لگا۔ محبت نہ سہی آپ مجھے اہمیت دینے لگے تھے۔ میرے ساتھ مسکرا کر بات کرتے تھے۔ بچوں کے ساتھ کھیلتے تو مجھے بھی آواز دے کر بلالیتے۔ میں نیا سوٹ پہنتی تو مجھے نظر بھر کر دیکھتے تعریف کے دو بول بھی بول دیتے۔ آپ بہت اچھے شخص تھے عثمان بس کسی نے اس سے پہلے آپ کی توجہ ہی اس طرف مبذول نہ کروائی تھی۔

عائزہ کا رویہ بھی دن بہ دن مجھ سے بہتر ہوتا گیا اور اس کی بڑی وجہ اس کے نانا نانی کی برین واشنگ تھی ہر بار جب وہ ان کے پاس سے واپس لوٹتی اس کا رویہ پہلے سے بہتر ہوتا تھا۔ بچپن والی بے زاری کی جگہ اب اپنائیت نے لے لی تھی اور میں خود عائزہ سے ماں جیسی خالص محبت کا دعوا نہیں کرتی۔ میری کوکھ سے جنے بچے مجھے عائزہ کی نسبت زیادہ محبوب ہیں لیکن عثمان محبت پر کسی کو اختیار ہو نہ ہو رویوں پر تو انسان کا مکمل اختیار ہے نا۔ محبت کے بجائے اگر ہم کسی سے اپنائیت اور خلوص کا رشتہ جوڑلیں تو وہ رشتہ بھی تو بہت انمول ہوتا ہے نا وہی رشتہ جو عائزہ کے نانا کے سمجھانے پر آپ نے مجھ سے استوار کیا وہی رشتہ جو میرے اور عائزہ کے درمیان ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید مستحکم ہوا ہے۔ عائزہ کے نانا جی نے میری سوچ کو بہت وسعت عطا کی۔ یقین جانیں مجھے اس دن کے بعد مریم سے کبھی حسد محسوس نہ ہوا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ مریم سے آپ کی بے پناہ محبت کی وجہ کیا تھی۔ جن والدین نے اس کی تربیت کی تھی اس کے بعد اسے

بہت منفرد اور خاص ہی بننا تھا۔ جب میں نے آپ کی زندگی میں اس کی اہمیت تسلیم کرلی تو میرا دل خود بخود سکون ہوگیا اور پھر حیرت انگیز طور پر مجھے آپ کی توجہ بھی ملنے لگی۔ میں نے محبت کے بجائے توجہ پر قناعت کرلی۔ میں جانتی تھی کہ عائزہ کے نانا جی کے سمجھانے پر آپ نے اپنا رویہ بدلا ہے۔ یہ میری زندگی پر ان کا بڑا احسان تھا جس کو میں نے اپنی زندگی کے کسی پل فراموش نہیں کیا۔

عائزہ اور ہمایوں کے ملاپ کے لیے میں نے جو بھی کوشش کی یوں سمجھیے میں نے اک قرض اتارا ہے۔ جو کئی برسوں سے مجھ پر واجب الادا تھا۔" نورین مسکرائی تھیں جب کہ ان کی آنکھوں کے گوشے نم تھے۔ عثمان کئی لمحوں تک انہیں خاموشی سے دیکھتے رہے۔ ندامت کا احساس دیگر تمام احساسات پر حاوی تھا۔

انہوں نے اپنے دل کو ٹٹولا وہاں اب بھی مریم پورے طمطراق سے موجود تھی لیکن کیا وہ نورین کے بنا رہنے کا تصور کرسکتے تھے۔ انہوں نے ویسے ہی دل میں خود سے سوال کیا تھا۔ جواب پوری شدت کے ساتھ نفی میں ملا تھا۔

انہوں نے اک نگاہ نورین کے چہرے پر ڈالی۔ نورین کی بھیگی پلکیں دیکھ کر ان کا دل بری طرح بے چین ہوا تھا۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر نورین کو اپنے قریب کیا تھا۔

"اگر میں تم سے اظہار محبت کروں گا تو تمہیں یقین نہیں آئے گا لیکن یقین کرو نورین تم میری ذات کا لازمی جزو ہو میں تمہارے بنا بالکل ادھورا ہوں۔" انہوں نے دھیمے سے لہجے میں نورین کو یقین دلانا چاہا تھا۔

"آپ میرے عادی ہوگئے ہیں عثمان اور جس چیز کی عادت ہوجائے اس کے بنا رہنا بہت مشکل لگتا ہے جانتی ہوں میں۔" نورین مسکرائی تھیں۔ عثمان انہیں بے بسی سے دیکھ کر رہ گئے۔ نورین ان کی محبت کی حق دار تھیں اور وہ ان سے محبت کرنے بھی لگے تھے۔ اس محبت کا ادراک انہیں بہت دیر سے ہوا اور شاید اظہار کرنے میں تو اس سے بھی زیادہ دیر ہوگئی تھی۔ وہ شدید پشیمانی میں مبتلا تھے۔

"جو ہوا بھول جائیں عثمان۔" نورین ان کی ذہنی کشمکش سے واقف تھیں انہیں دھیرے سے مخاطب کیا۔

"پہلے کے سب قصور معاف لیکن۔۔۔" انہوں نے عثمان کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔

"اب۔۔۔؟" عثمان نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔

"اب محبت کرنی ہے۔" ایک عمر گزار کر، ساری انا بالائے طاق رکھتے ہوئے نورین نے استحقاق بھرے لہجے میں شوہر کو مخاطب کیا۔ "ہاں" انہوں نے لمبی سانس اندر کھینچ کر کہا تھا۔

"اب محبت کرنی ہے۔"

☆ ☆